عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۴ | ۲۱ تا ۲۷ رمضان ۱۴۳۶ھ مطابق ۸ تا ۱۵ جولائی ۲۰۱۵ء | شمارہ: ۲۶

امیر المؤمنین

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

فضائل و مناقب

شبِ قدر

ہزار مہینوں سے بہتر

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

رمضان میں تہجد کی نماز

س:......کیا رمضان میں تہجد کی نماز نہیں پڑھتے یا صرف تراویح پڑھ لینا کافی ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

ج:......تہجد الگ نماز ہے جو کہ رمضان المبارک اور غیر رمضان دونوں میں پڑھنا سنت ہے، جبکہ تراویح صرف رمضان المبارک میں پڑھی جاتی ہے، لہٰذا تہجد الگ نماز ہے اور تراویح الگ نماز ہے دونوں کو ایک نماز کہنا صحیح نہیں اور دونوں کی الگ الگ فضیلت حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ تہجد کی رکعات چار سے بارہ تک ہیں درمیانہ درجہ آٹھ رکعات ہیں، اس لئے آٹھ رکعتوں کو ترجیح دی گئی ہے اور تراویح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے آج تک مساجد میں بیس رکعات ہی پڑھی جاتی ہیں اور تمام ائمہ کرام کم از کم بیس تراویح پر متفق ہیں۔

س:......عورت اگر حافظ ہو تو کیا وہ عورتوں کو تراویح پڑھا سکتی ہے؟ اور اگر پڑھا سکتی ہے تو اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

ج:......عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کرائیں تو امام آگے کھڑی نہ ہو جیسا کہ امام مصلّی الگ ہوتا ہے بلکہ صف میں ہی ذرا آگے ہو کر کھڑی ہو اور عورت اگر تراویح سنائے تو کسی مرد کو خواہ محرم ہو اس کی نماز میں شریک ہونا جائز نہیں۔ صرف عورتیں ہی شریک ہوں۔ باقی حافظہ اپنے قرآن کو یاد رکھنے کی وجہ سے تراویح پڑھا سکتی ہے، مگر خصوصیت کے ساتھ اہتمام نہ کیا جائے بلکہ جو خواتین جمع ہو جائیں ان کو پڑھا سکتی ہے۔

اندازے سے زکوٰۃ ادا کرنا

س:......کیا اندازے سے زکوٰۃ ادا کرنا درست ہے؟ میں پورا سال وقفہ وقفہ سے زکوٰۃ ادا کرتا رہتا ہوں، کیا اس طرح سے زکوٰۃ نکالنا صحیح ہے؟

ج:......زکوٰۃ پورا حساب کر کے دینی چاہئے، اگر اندازہ کم ہو تو زکوٰۃ کا فرض ذمہ رہ جائے گا یا پھر یہ کر سکتے ہیں اندازہ کر کے نصاب سے زیادہ نکال دی جائے۔ اسی طرح اندازہ لگا کر وقفہ وقفہ سے پورا سال بھی زکوٰۃ نکالنا صحیح ہوگا۔

زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لینا کافی ہے

س:......کیا زکوٰۃ کی رقم یا سامان کسی کو دیتے ہوئے ہدیہ کہہ کر دینا صحیح ہے؟ کہیں یہ جھوٹ تو نہیں ہوگا؟

ج:......زکوٰۃ کی نیت کر لینا کافی ہے، زکوٰۃ دیتے وقت بتانا ضروری نہیں ہدیہ، تحفہ کہہ کر بھی دے سکتے ہیں اور قرض وغیرہ کہہ کر بھی دیا جا سکتا ہے لیکن مستحق کو ہی دے سکتے ہیں۔ اگر قرض کہہ کر دیں تو پھر واپس نہیں لے سکتے۔

س:......کوئی مکان، فلیٹ، دکان وغیرہ کرایہ پر دوسرے کو دیا ہوا ہو اور ہر ماہ جو کرایہ آتا ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟

ج:......جب نصاب کی مدت پوری ہو رہی ہو اور یہ کرایہ بھی آجائے اور موجود بھی ہو تو پھر اس کو بھی زکوٰۃ کی مالیت کے ساتھ شمار کریں گے۔ اگر پہلے ہی خرچ ہو چکا ہے تو پھر اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

س:......کیا بھائی، بہن اور ان کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

ج:......جی ہاں! بھائی، بہن اور ان کے بچوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ صرف اپنے اصول یعنی والدین، دادا، دادی، نانا، نانی اسی طرح اپنے فروع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ ان کے علاوہ دیگر عزیز و اقارب کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۴ — ۲۱ تا ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ۸ تا ۱۵ جولائی ۲۰۱۵ء — شمارہ:۲۶

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

جہنم سے آزادی کا عشرہ	۴	محمد اعجاز مصطفی
اعتکاف.... فضیلت و اہمیت	۶	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
شب قدر..... ہزار مہینوں سے بہتر	۹	فیصل احمد بھٹکلی ندوی
امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ... فضائل و مناقب	۱۱	مولانا محمد جہان یعقوب
قرآن کریم کی تلاوت کے آداب	۱۳	مولانا محمد قاسم
محبت رسول کے تقاضے	۱۶	حافظ وجیہ الدین
رمضان المبارک.... کیا کریں اور کیا نہ کریں؟	۱۹	بشیر احمد سہارن پوری
جاوید احمد غامدی... سیاق و سباق کے آئینہ میں (۱۲)	۲۱	حضرت مولانا فضل محمد مدظلہ
ختم نبوت تربیتی کورس بلیر	۲۴	رپورٹ: مولانا محمد فیض ربانی
تحریک ختم نبوت... آغاز سے کامیابی تک (۳۵)	۲۵	سعود ساحر

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

محمد اعجاز مصطفیٰ

اداریہ

جہنم سے آزادی کا عشرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

یوں تو رمضان المبارک کا ہر دن اور ہر لمحہ خیر و برکات سے معمور و بھرپور ہے، لیکن آخیر عشرہ کو کئی ایک اعتبار سے رمضان کے دوسرے دنوں پر کئی ایک امتیازات اور خصوصیات ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخیر عشرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد اور عبادت میں اتنا منہمک، جدوجہد اور کوشش فرماتے تھے کہ رمضان کے دوسرے دنوں میں اتنا محنت اور جدوجہد نہیں فرماتے تھے اور یہ محنت وریاضت کیوں نہ ہو، جب کہ اسی عشرہ میں وہ ایک رات مخفی ہے جو قرآن کریم کے الفاظ میں: ”لیلۃ القدر خیر من الف شھر“ ...یعنی عظمت والی رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس رات کے بارہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔“

اور اسی رات کے بارہ میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لئے کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔“

علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس جیسی احادیث جن میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہوتا ہے، اس سے صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ لیکن ایک جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ اعمال حسنہ کی برکات ہی یہ ہوتی ہیں کہ ان کے کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کبیرہ گناہوں سے توبہ کی توفیق بھی عطا فرمادیتے ہیں۔ بہرحال یہ رات بڑی خیر و برکت والی رات ہے، اس لئے فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہو۔ آخر کوئی بات تو تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں کے جن کا آپ کو یقین تھا پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں گزار دیتے بصرف رات کے اول حصے میں تھوڑا سا سوتے تھے۔ رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ لیتے تھے۔

دوسری چیز اس آخیر عشرہ میں اعتکاف جیسی نعمت ہے۔ اعتکاف کا معنی: ”ثواب کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنا۔“ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر دنیا سے منقطع ہوکر جاپڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہوسکتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جس کا اکرام فرمادیں۔ اس کے سعادت مند اور کامیاب

ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ وابستہ کرلینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اس کے ساتھ مجتمع ہوجائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر اس طرح اس میں لگ جائے کہ خیالات تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اس کی محبت سماجائے، حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ انس کے بدلہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس پیدا ہوجائے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام دے گا کہ اس دن اللہ پاک کی ذات کے سوا نہ کوئی مونس، نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہو تو کس قدر لذت سے وقت گزرے گا۔

اور یہ اعتکاف بھی درحقیقت اسی شب قدر کی تلاش ہی کے لئے ہے۔ اعتکاف کے جہاں اور فضائل اور مقاصد ہیں وہاں ایک مقصد شب قدر کی تلاش وجستجو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آخیر عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے بلکہ ایک سال تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف فرمایا پھر تیسرے عشرہ کا اعتکاف فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ مجھے بتلایا گیا کہ شب قدر اخیر عشرہ میں ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

”حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرمارہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے، لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کررہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں، مجھے یہ رات دکھلادی گئی تھی پھر بھلادی گئی، اس کی علامت یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا لہٰذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کروں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیس کی صبح کو دیکھا“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان کا اول عشرہ رحمت ہے، دوسرا عشرہ مغفرت ہے اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اس عشرہ میں خوب عبادت کرکے اور دعاؤں کا اہتمام کرکے اپنے روٹھے رب کو منائیں اور اپنے گناہوں کی مغفرت کرا کر جہنم سے آزادی کا پروانہ حاصل کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام امت مسلمہ کی رمضان کی عبادات، صدقہ وخیرات اور دعاؤں کو قبول فرمائیں اور محض اپنے فضل وکرم سے پوری امت مسلمہ کو دنیا وآخرت کی پریشانیوں سے محفوظ فرمائیں اور جنت الفردوس کا مستحق بنائیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی دعا، تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ شانہ بادلوں سے اوپر اٹھالیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہوجائے۔“

اعتکاف.... فضیلت اور اہمیت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ماہ رمضان المبارک کے اخیر عشرے کا اعتکاف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس سنت کی پیروی مسلسل امت کرتی چلی آرہی ہے اور یہ پیروی اس طرح کی جاتی ہے کہ کچھ لوگ اس سنت کی ادائیگی کے لئے مسجد میں کوئی جگہ خاص کر لیتے ہیں اور پھر پورا عشرہ مسجد ہی میں گزارتے ہیں، اس میں اس بات کی بھی کوشش ہوتی ہے کہ جسمانی اعتکاف کے ساتھ ذہنی اعتکاف بھی رہے اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ پورا عشرہ مسجد میں عبادت نماز، تلاوت، ذکر و دعا، مراقبہ و احتساب نفس اور دینی مذاکرہ کے ساتھ گزارا جائے، پچھلی قوموں اور دیگر مذاہب میں بھی وقت اور شکل کے اختلاف کے ساتھ اعتکاف کی صورت ملتی ہے، یہودیت و نصرانیت میں بھی اعتکاف رہا ہے، اس کی شکل کچھ اس طرح ہوتی تھی کہ اعتکاف کے لئے جگہ خاص کر لی جاتی اور معتکف اس میں اپنے کو محصور کر لیتا اور بعض لوگ نذر کے لئے ایسا کرتے، حضرت مریم علیہا السلام نے بھی کم سنی سے محراب کو پکڑ لیا تھا اور عبادات وغیرہ کے کاموں میں یکسوئی پیدا کر لی تھی اور اس عمل و جذبہ دینی و طہارت قلبی کے نتیجہ میں انہوں نے وہ مقام حاصل کر لیا تھا جس میں وہ خواتین کے درمیان بڑے اونچے مقام پر فائز ہوئیں اور بڑی عبادت گزار اور عفت و طہارت والی خاتون قرار پائیں کہ ان کی تعریف اللہ رب العالمین نے کی اور قرآن مجید میں تو ان کے نام سے ایک پوری سورۃ ہے اور متعدد سورتوں اور مختلف آیات میں الگ الگ انداز میں ان کا تذکرہ ہے، سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے اور کسی سال اس میں ناغہ نہیں ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے اہتمام نے اس کو اہم سنت بنا دیا جس کی اتباع مسلمانوں کی ایک تعداد ہر زمانے میں اور ہر جگہ کرتی رہی ہے اور اس کی بھی ادائیگی کے لئے بعض ہمت والے حضرات مسجد نبوی جا کر اور بڑی تعداد میں مسجد حرام مکہ مکرمہ جا کر اعتکاف کرتی ہے اور عبادت کے لئے ایک جشن کا سماں بندھ جاتا ہے کہ لوگ عبادت و نماز، تلاوت وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور شوق و وارفتگی پر سب کچھ کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر خرچ کر کے اور ہمدردی و تعاون کے جذبہ سے پیش کر کے ایسی ایمانی اخوت کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کے نمونے دوسرے موقعوں پر کم ملتے ہیں اور دین سیکھنے کے جذبہ سے ایسی مساجد کا بھی قصد کیا جاتا ہے جہاں اصحاب علم فضل اور دینی مقام و حیثیت کے حامل لوگ وقت گزارتے ہیں اور اعتکاف کرتے ہیں، اس طرح دوسری برکات اور دینی فائدوں کے ساتھ علماء و صلحا کی صحبت کا فائدہ بھی حاصل کر لیا جاتا ہے، جس کی قرآن کریم و حدیث میں ترغیب دی گئی ہے اور شخصیت سازی کے لئے اس کی حیثیت ایک اہم عنصر کی ہے۔

عبادت، تلاوت، ذکر و تسبیح، دعا و مناجات، مراقبات وغیرہ دوسری عبادات اور خالص دینی کام بغیر اعتکاف کے صحیح طور پر انجام پانا مشکل ہوتے ہیں، اس لئے کہ اعتکاف میں پوری یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اور یہ سارے کام یکسوئی چاہتے ہیں، اس لئے اعتکاف سے عبادت کے ان کاموں کی انجام دہی کا ایک مزاج بنتا ہے جس کا اثر سال بھر انسان کی طبیعت پر پڑتا ہے، اس طرح یہ اللہ سے تقرب حاصل کرنے کا ایک اچھا راستہ ہے، اس کے لئے روزہ بڑا معاون ہوتا ہے، کیونکہ روزے میں کھانا پینا اور دوسری خواہشات نفس سے بچنے کی تاکید ہے اور ان کاموں سے بچے بغیر روزہ صحیح نہیں ہوتا، اسی طرح رات کے اعمال میں تراویح اور شب بیداری کی دوسری عبادت کے اعمال اعتکاف کو اور زیادہ موثر بنا دیتے ہیں، دوسری طرف غیبت، جھوٹ، چغل خوری، عیب جوئی، بدنظری، گالی گلوچ ان سب سے بھی بچنا رمضان میں آسان ہو جاتا ہے، اس لئے کہ رمضان المبارک میں شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور ملائکہ رحمت کا خوب نزول ہوتا ہے، اس کا بھی اثر اعتکاف پر پڑتا ہے، اس لئے کہ رمضان کا اعتکاف غیر رمضان کے اعتکاف کے مقابلے میں آسان بھی ہوتا ہے اور موثر بھی، اس طرح نفس کی صفائی، انابت الی اللہ، دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کے لئے رمضان کی فضا مفید ہوتی ہے اور یہ چیز اعتکاف کی سنت کو ادا کرنے میں بڑی معاون ہوتی ہے اور اعتکاف کرنے والے کو یہ خصوصیت حاصل ہوتی ہے

کہ وہ سوتے جاگتے، کھاتے، پیتے، ہر حال میں عبادت میں رہتا ہے، چہ جائیکہ وہ ذکر وتلاوت اور نماز وغیرہ دوسری خالص عبادات کے کاموں میں مشغول ہو۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور عبادات کے کاموں کو انجام دینے کا یہ ایک بہترین موسم اور اس کی جگہ بہترین تربیتی کیمپ ہے، رمضان کی یہ فضا اور ماحول اعتکاف کے لئے نہایت سازگار اور معاون ہوتا ہے جس میں کسی بھی صاحب ایمان کے لئے، اس مبارک مشغولیت کے لئے وقت فارغ کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے، روزہ میں جو بندشیں لگائی گئی ہیں اور جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں، وہ انسان کی تربیت اور اس کے نفس کے تزکیہ کے لئے بڑی مؤثر ہیں، لیکن یہ سب اس وقت ہے جب روزہ دار ان بندشوں اور پابندیوں کا خیال رکھے، انسان کو اطمینان قلب اور اندرونی سکون کے حصول کے لئے (جو گناہوں سے آلودہ ماحول کے اثرات کا سامنا رہتا ہے) دینی ریاضت اور عبادت کے ساتھ تربیت کے ماحول کو بھی اختیار کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ چیز رمضان کے بابرکت مہینے میں حاصل ہوتی ہے کہ اس میں خواہشات نفس اور لذتوں کو چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے اور ایک مہینے کی مدت کوئی کم مدت نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لئے رکھی اور اعراض کرنے والے کے لئے تو پورے سال کی مدت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اس میں اعتکاف اس کی تاثیر کو اور بڑھا دیتا ہے کہ معتکف کو گھر کے ماحول اور مسائل سے بھی یکسوئی رہتی ہے اور خارجی معاملات سے اس کا ذہن آلودہ نہیں ہوتا اور اپنے مالک وخالق اللہ رب العالمین کی طرف پوری توجہ رہتی ہے اور تمام فکروں پر یہ فکر غالب رہتی ہے کہ کس طرح اللہ راضی ہوجائے، اس کے ساتھ ایک بڑا فائدہ معتکف کو شب قدر کی صحیح قدر کرنے کا بھی حاصل ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کرتے ہوئے بھی اعتکاف کی عبادت میں ہے ہی، اس طرح وہ پوری مبارک رات عبادت میں گزار لی جاتی ہے، مزید مسجد کا ماحول اس کی عبادت واطاعت پر زیادہ سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے، اس طرح شب قدر کی برکات وانوار معتکف کو جس صورت میں حاصل ہوتے ہیں دوسرے کو اس طرح حاصل نہیں ہو پاتے، شب قدر کی یہ رات آخری عشرہ کی طاق راتوں میں رکھی گئی ہے، ان مبارک راتوں کی پہلی رات سے اعتکاف شروع ہوتا ہے اور اس کے شروع ہوتے ہی ایک روحانی جشن کا سماں بندھ جاتا ہے، ایک طرف معتکفین سے مسجد آباد ہوتی ہے، دوسری طرف ذکر وعبادت سے مسجد کی رونق بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، اس طرح رمضان جو خود ذکر وعبادت اور تلاوت قرآن کریم کا ایک جشن ہے، اعتکاف رمضان کے جشن میں ایک دوسرا جشن ہے، جس سے ماہ صیام کی رونق میں بیش بہا اضافہ ہوجاتا ہے، نورانیت اور بڑھ جاتی ہے، خیر وبرکت کی عطر بیز ہواؤں اور ایمان کی باد بہاری کی پرکیف فضا اور روحانی جھونکوں سے ایک روزہ دار وہ روحانیت اور نورانیت حاصل کرلیتا ہے جس کے اثرات اس رمضان کے بعد آنے والے رمضان تک وہ محسوس کرتا ہے، اس سے پورے سال طاقت پاتا رہتا ہے اور معتکف کے لئے تو یہ فیض اور زیادہ اچھے انداز سے ظاہر ہوتا ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف واجب بھی ہوتا ہے، سنت بھی، شہر کی مجموعی آبادی کا لحاظ کرکے کسی ایک کی ادائیگی سے دوسروں پر سے اس کا وجوب ختم ہوجاتا ہے اور دوسروں پر سنت کی حیثیت سے اس کی اہمیت قائم رہتی ہے، اس طرح انفرادی طور پر یہ سنت دنیا بھر میں جہاں جہاں مسلمان آبادی ہیں وہاں اعتکاف کا زمانہ بڑی رونق وبہار کا زمانہ ہوتا ہے، برصغیر ہندوستان وپاکستان میں بھی اس میں بڑی منافست نظر آتی ہے، مسجدیں بھر جاتی ہیں، بہت سے لوگ جو پورے وقت کا اعتکاف نہیں کرپاتے وہ جزوی اعتکاف سے اپنے رب کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ وقت مسجدوں میں گزارنے کی کوشش کرتے ہیں، بعض ہمت والے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس پورے ماہ مبارک کا اعتکاف کرتے ہیں، یہ اعتکاف واجب نہیں الا یہ کہ کوئی نذر مان کر اس کو اپنے اوپر واجب کرلے، لیکن ان اصحاب عزیمت کا یہ عمل رمضان کے مہینے کو زیادہ اچھے طریقے سے گزارنے میں معاون ضرور ہوتا ہے اور رمضان کی برکات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کا ان کا یہ عمل بڑا ذریعہ بنتا ہے۔

افطار وتراویح میں مسجدوں میں جو رونق ہوتی ہے، وہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے والوں کی وجہ سے بہت بڑھ جاتی ہے، شب قدر کی تلاش اور اس کی قدر کرنے کے لئے رات کے جزوی اعتکاف اور مسجدوں میں قیام اور نفلوں میں قرآن مجید کے سننے کا جو منظر ہوتا ہے وہ بڑا ایمان افروز ہوتا ہے، معتکف حضرات چونکہ اپنی مدت اعتکاف میں مسجد سے باہر جا نہیں سکتے سوائے واجبی ضرورت پورا کرنے کی غرض سے، اس لئے مسجد میں ان کا ہمہ وقتی قیام ان کی دینی قوت کو بڑھاتا ہے اور دینی مذاکرہ کا ماحول قائم ہونے کے باعث علم میں بھی اضافہ کرتا ہے۔

اعتکاف کی سنت عورتوں کے لئے بھی ہے، انہیں اس کے لئے مسجد میں نہیں جانا پڑتا بلکہ گھر میں کسی گوشے کو خاص کرلینا ہی ان کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور گھر کے کام کاج کے ساتھ اس مدت اعتکاف میں ہمہ وقتی عبادت کا ثواب صرف تھوڑی سی نیت

کر لینے سے حاصل کرنے کے لائق بن جاتی ہیں، لیکن یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب وہ دن رات کے پورے اوقات میں اس کا لحاظ کرتی رہیں۔

مسجد کا اعتکاف گو مردوں کے لئے ہے، رمضان میں تو دن و رات کا پورا وقت گزار کر اعتکاف کی سنت کا ثواب حاصل کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ نفلی اعتکاف کا ثواب مسجد میں تھوڑی وقت کے قیام سے بھی حاصل ہو جاتا ہے مگر یہ کہ اعتکاف کی نیت کی جائے اور جب تک مسجد میں رہا جائے، اس کا خیال بھی رکھا جائے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ارکان اربعہ میں روزہ اور رمضان کے موضوع پر لکھتے ہوئے اعتکاف سے متعلق بڑی بلیغ بات ارشاد فرمائی، چنانچہ وہ رقم طراز ہیں کہ: ''اعتکاف رمضان کے فوائد اور مقاصد کی تکمیل کے لئے ہے، اگر روزہ دار کو رمضان کے پہلے حصے میں وہ سکون قلب، جمعیت باطنی، فکر و خیال کی مرکزیت انقطاع الی اللہ کی دولت، رجوع الی اللہ کی حقیقت اور اس کے در رحمت پر پڑ رہنے کی سعادت حاصل نہیں ہوسکی تو وہ اعتکاف کے ذریعہ اس کا تدارک کرسکتا ہے۔''

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: ''اعتکاف کی روح اور اس سے مقصود یہ ہے کہ قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے، اس کے ساتھ جمعیت باطنی حاصل ہو، اشتغال بالخلق سے رہائی نصیب ہو اور اشتغال بالحق کی نعمت میسر ہو جائے اور یہ حال ہو جائے کہ تمام افکار و ترددات اور ہجوم و وساوس کی جگہ اللہ کا ذکر اور اس کی محبت لے لے، ہر فکر اس کی فکر میں ڈھل جائے اور ہر احساس و خیال اس کی ذکر و فکر، اس کی رضا و قرب کے حصول کی کوشش کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے، مخلوق سے انس کے بجائے اللہ سے انس پیدا ہو اور قبر کی وحشت میں جب کوئی اس کا غم خوار نہ ہوگا یہ انس اس کا زاد سفر ہے، یہ ہے اعتکاف کا مقصد جو رمضان کے افضل ترین دنوں یعنی آخری عشرہ کے ساتھ مخصوص ہے۔'' (زادالمعاد)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''چونکہ مسجد میں اعتکاف جمعیت خاطر صفائی قلب، ملائکہ سے تشبہ اور شب قدر کے حصول کا ذریعہ نیز اطاعت و طاعت کا بہترین و پرسکون موقع ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عشرۂ اواخر میں رکھا ہے اور اپنی امت کے محسنین و صالحین کے لئے اس کو سنت قرار دیا ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغۃ)

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشہ مداومت فرمائی اور مسلمانوں نے بھی ہر جگہ اور ہر دور میں اس کی پابندی کی، چنانچہ اس نے رمضان کے شعار اور سنت متواتر کی حیثیت اختیار کرلی۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں برابر اعتکاف فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کا ماحول قائم رکھا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے، جس سال آپ نے انتقال فرمایا، اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

(ارکان اربعہ ص:۲۷۵، ۲۷۶)

اعتکاف ہلال عید کے ساتھ پورا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ وہ خوشی حاصل ہوتی ہے کہ ایسے مبارک عمل اور عظیم سنت کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی اور عید کی رات میں جو لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) ہے، وہ حقیقی مسرت حاصل کرتا ہے۔ ☆☆

سالانہ ختم نبوت کانفرنس، پنوعاقل

پنوعاقل ..... (رپورٹ: حافظ محمد انس) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوعاقل کے زیر اہتمام گزشتہ دنوں سالانہ ختم نبوت کانفرنس زیر صدارت قاری خلیل الرحمٰن انڈھڑ، زیر نگرانی مبلغ مولانا محمد حسین ناصر، زیر انتظام حافظ عبدالغفار شیخ منعقد ہوئی، جس میں حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا محمد راشد مدنی حمادی، مولانا عبدالغفور، مولانا عبداللطیف اشرفی، مولانا اسد اللہ کھوڑو و دیگر علماء کرام کے بیانات ہوئے۔ مولانا عبداللطیف نے اپنے بیان میں کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہم اپنا سب کچھ قربان کرنے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ نہیں کرتے، یہ بہت بڑی ایمانی کمزوری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ ہے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا اور ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ہوگا۔ حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا، انہوں نے کہا کہ عالمی سطح پر قادیانی اسلام دشمن قوتوں کے آلۂ کار کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ حکومت قادیانیوں کے بارے میں نرم رویہ اختیار کرنے سے گریز کرے اور انہیں آئین و قانون کے دائرے میں رہنے کا پابند کرے۔ قادیانیوں کی غیر قانونی سرگرمیاں کسی صورت برداشت نہیں کی جائے گی۔ مولانا نے مزید کہا کہ ہمارے اکابرین نے اپنی جان پر کھیل کر اسلام اور پاکستان کا تحفظ کیا ہے ورنہ یہ قادیانی گروہ اسلام کا حلیہ بگاڑنے کے ساتھ ساتھ ملک پاکستان کی بھی جڑیں کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مولانا محمد راشد مدنی حمادی نے اپنے خطاب میں کہا کہ تحفظ ختم نبوت کے دفاع کے لئے تمام مسالک کی مشترکہ جدوجہد سے قادیانی اپنے مذموم عزائم میں ناکام ہوئے، انہوں نے تمام علماء کرام اور اسلامیان پاکستان سے اپیل کی کہ وہ اپنے تمام تر اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اپنی زندگیاں ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے وقف کردیں۔ کانفرنس الحمدللہ رات ایک بجے اختتام پذیر ہوئی۔ تلاوت کی سعادت قاری عبدالقدوس خان نے حاصل کی جبکہ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض عبدالغفار نے ادا کئے۔ کانفرنس کو کامیاب کرنے کے لئے حافظ عبدالغفار شیخ، قاری عبدالقادر چاچڑ، غلام شبیر شیخ، حافظ محمد ایاز شیخ، حافظ عبدالعزیز شیخ، محمد شاہد شیخ اور دیگر جماعتی احباب نے بھرپور تعاون کیا۔ حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے بیان کے بعد حافظ عبدالغفار شیخ کے والد اور غلام شبیر شیخ کے والد کی وفات پر ان کے گھر جاکر تعزیت اور دعائے مغفرت کی۔

شبِ قدر... ہزار مہینوں سے بہتر!

فیصل احمد بھٹکلی ندوی

رمضان کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ اس کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا مغفرت کا، تیسرا جہنم سے خلاصی کا۔ (ابن خزیمہ)

رمضان کے بارے میں آپ فرماتے ہیں: ''فیہ لیلۃ خیر من الف شھر، من حرم خیرھا فقد حرم.'' (احمد:۳/۲۳۰) یعنی رمضان کے مہینے میں ایک رات ایسی ہے، جو اس رات میں محروم ہو وہ پورے خیر سے محروم ہوا اور خیر سے محروم ہونا حقیقتاً محرومی ہے۔ دوسری روایت میں صاف آتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرے میں آتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس رات میں عبادت کی خاص فضیلت اور بہت ثواب ہے۔ یہ رات چھپائی گئی ہے اگر متعین ہوتی تو لوگ اس خاص رات میں عبادت کرتے اور بقیہ راتوں کو چھوڑ دیتے تو اللہ کا بہت بڑا فضل ہے کہ اس کو ہمارے لئے چھپا دیا اور اس کو مخفی رکھا ہے تاکہ ہم سب راتوں میں اللہ کی عبادت کریں۔

حدیث میں آتا ہے رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر کو تلاش کیا کرو (حوالہ سابقہ) لیلۃ القدر کیا ہے؟ قرآن میں پوری سورت اس کیلئے اتری ہے: ''انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر .... الخ'' تمہیں معلوم بھی ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ کیسی عظیم دولت ہے، کیسی بڑی چیز ہے، تمہیں معلوم نہیں ''لیلۃ القدر خیر من الف شھر'' لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، ہزار مہینوں سے بھی بہتر کہا گیا، ہزار مہینوں کے برابر بھی نہیں کہا گیا، کتنی بہتر ہے وہ ہم نہیں جانتے، بہت بہتر ہے اور ہزار مہینے ۸۴ برس سے بھی زائد ہوتے ہیں، یعنی ایک رات میں آدمی عبادت کرے تو ۸۴ برس اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ثواب ملتا ہے وہ بھی کم سے کم، اس سے بھی بہتر ہے، ایک رات کی عبادت سے اتنے سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے، اگر کئی راتیں ایسی مل جائیں تو سینکڑوں اور ہزاروں سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اس لئے اس کا بہت اہتمام کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کا اہتمام کرتے تھے اور اس کی تاکید بھی کرتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے: ''کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیا لیلہ وایقظ اھلہ'' (متفق علیہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری عشرہ آتا تھا تو عبادت کے لئے پوری طرح تیار ہو جاتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے، اپنی ازواج کو بھی اٹھاتے تھے کہ عبادت کرو، خود بھی جاگ کر نمازیں پڑھتے اور اپنے گھر والوں کو بھی ترغیب دیتے تھے، اور دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ: ''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ۔'' (مسلم رقم:۱۱۷۵) یعنی آخری عشرے میں اتنا اہتمام کرتے تھے کہ رات کی عبادت کے لئے جتنا اہتمام دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے، اتنی عبادت کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سوج جاتے تھے، ورم آجاتا تھا، اتنی دیر تک کھڑے رہتے تھے کہ ایک ایک رکعت میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء پڑھتے تھے۔ (مسلم، ابوداؤد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کوئی گناہ ہی نہیں تھا، اگر چھوٹی چھوٹی کوتاہیاں ہو بھی گئی تھیں تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تھا، اسی لئے صحابہ کرامؓ کہتے تھے: بہت سے صحابہؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سوج جاتے ہیں، حضور! آپ کو اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت؟ آپ کے تو اللہ نے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''افلا اکون عبداً شکوراً'' (بخاری و مسلم) کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، یعنی اسی لئے میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے گناہ معاف کر دیئے ہیں، اسی کے شکریے کے طور پر میں عبادت میں اتنی محنت کرتا ہوں۔

اعتکاف:

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف بھی کیا کرتے تھے اور اعتکاف ایسی سنت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے شروع کیا پوری زندگی اس کا اہتمام کیا ہے، بہت سی سنتیں ایسی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سنتوں کا بہت زیادہ

اہتمام نہیں کرتے تھے کہ کہیں وہ فرض نہ ہو جائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی چیز کا بہت اہتمام کرتے تو صحابہ کرامؓ بہت شوق اور رغبت کا اظہار کرتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ ہوتا کہ صحابہ کا شوق دیکھ کر کہیں یہ فرض نہ کی جائے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنت کبھی کبھار چھوڑ دیا کرتے تھے، لیکن لوگوں کو ترغیب ہے کہ وہ نہ چھوڑیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور اہتمام اور صحابہ کرامؓ کی رغبت سے وہ سنت سے فرض بن جایا کرتی تھی، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصلحت اسی میں سمجھتے تھے کہ پابندی سے نہ کریں، تراویح بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی سے اسی لئے نہیں پڑھی، لیکن منشاء یہی تھا کہ لوگ پابندی سے پڑھا کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو شروع کیا تو صحابہ کرامؓ نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس پر پابندی کریں کہ کہیں فرض نہ ہو جائے اور پھر لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا دشوار ہو جائے، لیکن امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف ایسا عمل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے اس کو شروع کیا تو آخیر تک یعنی انتقال تک اس کی پابندی کی ہے جس سال انتقال ہوا ہے، اس سال بیس دن کا اعتکاف کیا۔ (متفق علیہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ عام طور پر عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اعتکاف مردوں ہی کا کام ہے یہ غلط فہمی ہے، بلکہ عورتوں کے لئے اعتکاف اور آسان ہے وہ اپنے گھر کے کسی گوشے میں اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہیں، ایسا نہیں کہ کمرے سے نہیں نکل سکتی، وہ گھر کے کسی کمرے میں بیٹھ کر اپنی ضرورت کے لئے نکل بھی سکتی ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ کھانا پینا وہیں ہو اور اس کی عبادت وہیں ہو، لوگوں سے کچھ کہنے کی ضرورت ہو تو اسی کمرے سے ہوتا کہ اعتکاف اعتکاف معلوم ہو۔

اعتکاف کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ کسی جگہ جم کر بیٹھ جائے، مردوں کے لئے مسجد میں اعتکاف ضروری ہے، لیکن عورتوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ گھر کے کسی کمرے میں ہو، بعض گھروں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ عبادت کے لئے کمرہ متعین کیا جاتا ہے اسی کمرے کو مخصوص بنائے اور اس میں اعتکاف کرے، صحابیات اس کا اہتمام کرتی تھیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ رمضان میں کہا کہ مسجد میں ذرا خیمے لگاؤ اور چادر تان دو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھا دیکھی ازواج مطہرات نے بھی اپنے خیمے لگانے شروع کیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلح اپنا خیمہ اکھڑوا دیا (متفق علیہ) لیکن دوسری روایت میں آتا ہے، حضرت عائشہؓ کی روایت ہے:

”ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ۔“ (متفق علیہ) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا، اس لئے عورتوں کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اعتکاف کے بہت سے فائدے ہیں بلکہ وہ تو خدا کے در پر جا کر پڑ جانا ہے کہ جب تک اللہ ہمیں معاف نہیں کرے گا، جب تک ہمیں بخش نہیں دے گا، ہم وہاں سے ہٹیں گے نہیں، اور جب اعتکاف کریں گے تو سونا، جاگنا، کھانا پینا سب عبادت بن جاتا ہے۔ اتنا بڑا ثواب ہے، عورتیں بھی اس کا اہتمام کریں اور اس کو رواج دیں اور اس کی ایک دوسرے کو ترغیب دیں، گھر میں پانچ عورتیں ہوں تو کوئی ایک اعتکاف میں بیٹھ جائے وہ گھر کے کام کاج کر سکتی ہے، سنن وعبادات میں زیادہ وقت لگائے اور گھر سے نہ نکلے اور تلاوت میں ذکر واذکار میں، تسبیح میں مشغول ہو جائے اور رمضان میں لیلۃ القدر ہوتی ہے، دراصل اسی کی تلاش میں اعتکاف ہوتا ہے۔

لیلۃ القدر میں عبادت کی بڑی فضیلت ہے:

”من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ من ماتقدم من ذنبہ ومن قام لیلۃ القدیر ایماناً واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔“ (متفق علیہ)

دعاؤں کا اہتمام:

حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ فلاں رات لیلۃ القدر ہے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو: اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی ”(ترمذی، ابن ماجہ) یا اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، گناہوں کو معاف کرتا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، مجھے بھی معاف کردے اور میرے گناہوں کو بخش دے۔

دعاؤں کا بھی کثرت سے اہتمام کرنا چاہئے۔ لیلۃ القدر میں خاص طور پر رمضان کی مبارک ساعتوں میں دعا ضرور قبول ہوتی ہے، اس لئے ہر نماز کے بعد بھی اہتمام کے ساتھ، پوری توجہ کے ساتھ اللہ سے دعا کریں اور تلاوت کا، صدقہ و خیرات کا، دعاؤں کا اہتمام کریں اور یہ نیت کریں کہ عبادت صرف رمضان میں نہیں بلکہ رمضان تو مشق کے لئے ہے۔ رمضان کے بعد ہمارا مزاج ہونا چاہئے کہ بُرائی کی طرف ہماری توجہ بھی نہ ہو، ہمارا میلان اچھائی کی طرف ہو جائے، گناہوں سے بچنے کا ملکہ پیدا ہو جائے، اسی لئے روزہ اللہ نے فرض کیا ہے: ”لعلکم تتقون۔“

☆☆..................☆☆

امیرالمومنین سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

فضائل و مناقب

مولانا محمد جہان یعقوب

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی علی، کنیت ابوالحسن وابوتراب، القاب اسد اللہ الغالب، الحیدر، اور المرتضیٰ ہیں، یہ تمام القاب آپ رضی اللہ عنہ کو حضور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مرحمت فرمائے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت عام الفیل کے ۷ برس بعد ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ قریش کے معزز ترین خاندان بنو ہاشم سے تھا، آپ نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ بھی تھے، بچپن میں ہی آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے بھتیجے حضور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین اولین کی صف اوّل میں ہے، اسلام قبول کرنے والے بچوں میں آپ رضی اللہ عنہ کا پہلا نمبر ہے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر صرف ۸ یا ۱۰ برس تھی۔ آپ کو ہجرت کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ہجرت مدینہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ارشاد لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کرکے وسط ربیع الاول ۱۳ نبوی میں مدینہ منورہ پہنچے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی بنایا تھا۔

رجب ۲ ہجری میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۱ یا ۲۲ سال کی عمر میں اپنی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح کیا، اس وقت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۶ یا ۱۹ برس تھی۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بہت بہادر، جری اور دلیر تھے، ذیل میں آپ کے چیدہ چیدہ جہادی کارنامے ذکر کیے جاتے ہیں:

☆......غزوۂ بدر (۲ ہجری) میں آپ رضی اللہ عنہ نے قریش کے دو سرکردہ

> آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ قریش کے معزز ترین خاندان بنو ہاشم سے تھا آپ نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ بھی تھے

رہنماؤں ولید بن عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ کو قتل کیا۔

☆......غزوۂ احد (۳ ہجری) میں آپ رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے میمنہ (دائیں حصے) کے امیر تھے۔ حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد علم آپ کے ہاتھ میں آیا، کفار کے علمبردار ابوسعید بن طلحہ کی دعوت مبارزت کے نتیجے میں اس کا بے جگری سے مقابلہ کیا اور اس کو واصل جہنم کر کے دم لیا۔ اسی جنگ میں متعدد مشرکین کے علاوہ کفار کے چوٹی کے رہنما ابوالحکم کو بھی موت کے گھاٹ اتارا، جب گھاٹی پر متعین تیر اندازوں کی غلط فہمی سے جیتی ہوئی بازی ہارنے کا خطرہ پیدا ہوا تو جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان میں ثابت قدم رہے، ان میں آپ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دینے والے آپ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تھے، جنگ کے اختتام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کو صاف کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر کر لاتے جاتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم کو دھوتی جاتی تھیں۔

☆......غزوۂ بنو نضیر (۴ ہجری) میں آپ کے ہاتھ میں لشکر اسلام کا علم تھا۔

غزوۂ خندق (۵ ہجری) میں آپ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو عامر کے مشہور جنگجو عمرو بن عبدود کو، جو اکیلا ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، قتل کیا۔ اسی سال غزوۂ خندق میں بدعہدی کرنے والوں کی سرکوبی کے لئے جو دستے بھیجے گئے، ان کے علمبردار بھی آپ رضی اللہ عنہ تھے۔

☆......صلح حدیبیہ (۶ ہجری) میں صلح نامہ لکھنے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا۔ آپؓ نے گواہ کے طور پر اس عہد نامے پر دستخط بھی فرمائے۔

☆......غزوۂ خیبر (۷ ہجری) میں خیبر کے ۱۲ قلعوں میں سے ایک قلعہ حصن القموص کی فتح میں شدید دشواریاں پیش آئیں، بالآخر یہ قلعہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا، اسی معرکے میں مرحب

نامی مشہور جنگجو آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اپنے انجام بد سے دوچار ہو کر جہنم واصل ہوا۔

☆...... فتح مکہ (۸ ہجری) میں آپ رضی اللہ عنہ نے بحکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک کافر کو قتل کیا، اسی سال غزوۂ حنین میں جب بنو ہوازن کے یکدم حملہ آور ہونے سے بھگدڑ مچ گئی تو آپ رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے اور جاں نثاری سے شجاعت کے جوہر دکھائے۔

☆...... غزوۂ تبوک (۸ ہجری) میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے خانگی معاملات اور کچھ انتظامی امور کی نگرانی کے حوالے سے مدینہ منورہ میں قیام کرنے اور جنگ میں حصہ نہ لینے کا حکم دیا، جسے تعمیل حکم میں آپ رضی اللہ عنہ نے قبول فرمایا، ورنہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذاتی خواہش جنگ میں بنفس نفیس شریک ہونے کی تھی، اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملے ارشاد فرمائے:

"اے علیؓ! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم میری طرف سے اسی مرتبے پر ہو، جس مرتبے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے حضرت ہارون علیہ السلام تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

☆...... حج (۹ ہجری) میں چند خاص اعلانات کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا: واضح رہے کہ یہ حج حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امارت میں ہوا تھا۔

☆...... حجۃ الوداع (۱۰ ہجری) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ اونٹ تو اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے، جب کہ بقیہ اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح فرمائے۔ منیٰ میں آپؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات مجمع تک پہنچانے کے لئے معبر کے فرائض بھی انجام دیئے۔

☆...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلیفہ اول بلافصل حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اموال خمس کی تقسیم کا متولی، اپنا مشیر اور وزیر ہی نہیں بنایا بلکہ مرتدین کے سدباب کے لئے بھیجے جانے والے ایک دستے کا امیر بھی آپ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

☆...... حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپؓ کو ان تمام عہدوں پر برقرار رکھا اور مزید مناصب بھی عطا فرمائے، جن میں قاضی کا منصب بھی شامل تھا۔

غزوۂ خندق (۵ ہجری) میں آپ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو عامر کے مشہور جنگجو عمرو بن عبدود کو، جو اکیلا ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، قتل کیا

☆...... حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو سابقہ مناصب پر برقرار رکھا، حدود کے تمام فیصلے بھی حضرت علیؓ کی عدالت میں ہوتے تھے۔ جمع قرآن کا کام بھی آپؓ کے مشورے سے ہوا۔

☆...... حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۳۵ ہجری صحابہ کرامؓ کے اتفاق رائے سے چوتھے خلیفہ راشد مقرر ہوئے۔ آپؓ نے اپنے پیشرو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی پالیسیوں کو برقرار رکھا۔ خلیفہ بننے کے تیسرے روز ہی سازشی سبائی ٹولے کو بلا کر فوری طور پر مدینہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ یوں ان کے ارادوں پر پانی پھر گیا، اسی روز سے وہ آپ رضی اللہ عنہ کے بھی دشمن بن گئے۔ ان کی سازشوں کے نتیجے میں مسلمانوں کے درمیان جنگوں تک کی نوبت بھی آئی۔

جنگ نہروان میں خوارج کو شدید نقصان اٹھانا پڑا، اسی روز حرم مکہ میں ایک میٹنگ میں انہوں نے کبار صحابہ کرامؓ کے قتل کا منصوبہ تیار کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قتل کی ذمہ داری عبدالرحمٰن بن ملجم کو سونپی گئی۔ منصوبے کے مطابق ۱۷ رمضان ۴۰ ہجری میں نماز فجر کے موقع پر اس بدبخت نے آپؓ کے سر کے اگلے حصے پر وار کیا۔ آپؓ کی ریش مبارک خون سے رنگین ہوگئی، آپؓ شدید زخمی ہوگئے اور ۳ دن بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہے۔

آپؓ کی تدفین کے موقع پر آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا:

"لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہوگیا جس سے نہ اگلے علم میں پیش قدمی کر سکے، نہ پچھلے اس کی برابری کر سکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا دیا کرتے تھے اور اس کے ہاتھ پر فتح نصیب ہو جاتی تھی اس نے چاندی سونا کچھ نہیں چھوڑا، صرف اپنے وظیفے میں سے ۷۰۰ درہم ورثا کے لئے چھوڑے ہیں۔"

قارئین کرام! یہ آپؓ کے زہد کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ دوسری طرف آپؓ کی سخاوت بھی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۴۰ ہزار دینار سالانہ تو صرف آپؓ زکوٰۃ کی مد میں ادا کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ عالم کو اسد اللہ الغالب حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆..................☆☆

قرآن کریم کی تلاوت کے آداب!

محفل حسن قرأت، جامع مسجد اسلامیہ و مدرسہ مفتاح العلوم، نارتھ ناظم آباد کی مختصر روئیداد

رپورٹ: مولانا محمد قاسم

قرآن کریم اللہ رب العزت کی آخری کتاب ہے، جو اس نے اپنے آخری نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار اہم مقاصد ذکر فرمائے ہیں:

۱... تلاوت قرآن کریم، ۲... تعلیم کتاب، ۳... تعلیم حکمت، ۴... تزکیہ نفس۔ (البقرہ:۱۲۹، النساء:۱۶۴)

ان مقاصد میں پہلے نمبر پر ہے تلاوت قرآن کریم، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کی آیات کی تلاوت کرکے لوگوں کو سناتے ہیں۔

جہاں تلاوت قرآن کا ذکر ہے، وہاں اس کے آداب بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "الذین اٰتینٰہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ" (البقرہ:۱۲۱)

ترجمہ: "وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب، وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اس کے پڑھنے کا۔" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اب قرآن کی تلاوت کے آداب اور طریقہ و سلیقہ کیا ہے، یہ بھی خود قرآن ہی بیان کرتا ہے: "ورتل القرآن ترتیلا۔" (المزمل:۴)

ترجمہ: "اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف۔" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

ترتیل کی تشریح میں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: "حروف کو تجوید سے ادا کرنا اور وقف و ابتداء کے محل کو پہچاننا۔" (النشر:۱/۲۰۹)

جس طرح قرآن کریم تجوید کے ساتھ اور صاف صاف پڑھنا اس کے آداب میں سے ہے، بعینہ خوش الحانی، حسن صوت اور خوبصورت آواز سے تلاوت کلام الٰہی کو مزین کرنا بھی مستحسن امر ہے اور شروع اسلام سے اس پر عمل بھی چلا آرہا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض صحابہ کرامؓ قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھنے میں خاص ملکہ و مہارت رکھتے تھے، ان کو قراء کہا جاتا تھا۔ ان قراء میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے خوبصورت انداز سے تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدہ ان سے قرآن سنا کرتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ اسی طرح حضرت سالم مولیٰ حضرت حذیفہؓ سے قرآن سنا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا قرآن کریم سن کر ان کی تعریف فرمائی۔ (فضائل قرآن مجید از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، ص:۴۳)

حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلام الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔ (بخاری و مسلم)

اس سے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "حسن قرأت" میں دلچسپی و شوق ظاہر ہوتا ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود اس کلام الٰہی کے متکلم یعنی اللہ جل جلالہ بھی اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کا کلام اچھی آواز سے پڑھا جائے۔

خوبصورت آواز میں اللہ کا ذکر کرنا اور خوش الحانی کے ساتھ اس کلام کی تلاوت کرنا محض اس امت کا خاصہ نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام اس تمغۂ امتیاز کے حامل نظر آتے ہیں اور ان میں حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کو خاص شہرت حاصل ہوئی، جن کی آواز اور لہجہ اس قدر پُراثر تھا کہ خود قرآن ان کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور آپ کا "لحن داؤدی" ضرب المثل بن چکا ہے۔ چنانچہ جب آپ اپنے خوبصورت لہجہ اور خوش الحانی کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان فرماتے اور اس کے کلام "زبور" کی تلاوت کرتے تو فضاؤں میں اڑتے پرندے ٹھہر جاتے اور چرند و پرند اپنی جگہ ساکت ہوجاتے حتیٰ کہ پہاڑ بھی وجد میں آجاتے اور یہ سب آپ کی آواز میں آواز ملاکر اور جھوم جھوم کر اللہ کو یاد کرتے۔ (سورۂ سبا:۱۰، سورۂ ص:۱۸،۱۹)

ہاں! یہ اس امت کا خاصہ ضرور ہے کہ اس نے خوش الحانی اور تجوید سے قرآن پڑھنے کو باقاعدہ ایک علم اور ایک فن کا درجہ دیا۔ اس علم کو مدون کیا، اس کے قواعد و ضوابط مقرر کئے اور اس کو باقاعدہ سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ شروع کیا، اس کے لئے رجال کار تیار کئے جنہوں نے اس موضوع پر ضخیم اور مفصل کتابیں لکھیں، پھر ان کی شروحات لکھی گئیں اور چودہ سو سال سے آج تک "علم القراآت" باقاعدہ سیکھا

جاتا ہے، قرآن سننے اور سنانے کی محافل منعقد ہوتی ہیں اور اہل علم وعوام ذوق وشوق سے ان میں شرکت کرکے قرآن کریم سے اپنے مضبوط تعلق اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

انہی محافل ومجالس کے سلسلۃ الذہب کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے بھی جاری رکھا ہوا ہے جس کے زیر اہتمام وقتاً فوقتاً ''محفل حسن قرأۃ'' منعقد کی جاتی ہیں اور ملک بھر کے اور بین الاقوامی شہرت یافتہ قرآء کرام ان میں تشریف لاکر اپنی خوش الحانی سے سامعین کو محظوظ فرماتے ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک ''محفل حسن قرأۃ'' ۱۵ر شعبان ۱۴۳۶ھ بمطابق ۳ر جون ۲۰۱۵ء بروز بدھ جامع مسجد اسلامیہ ومدرسہ مفتاح العلوم (بالمقابل کیفے پیالہ، بلاک این، بھٹانا ٹاؤن، نارتھ ناظم آباد) میں منعقد کی گئی۔

عشاء کی نماز کے بعد محفل کا آغاز ہوا۔ ابتدائی کلمات راقم نے کہے جن میں ان محافل کی ضرورت و اہمیت پر کچھ باتیں گوش گزار کیں۔ باقاعدہ آغاز مسجد کے موذن حافظ اویس احمد شیخ کی تلاوت سے ہوا، اس کے بعد حافظ بلال سہیل نے بارگاہ رسالت مبارک صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ نعت پیش کیا۔

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد راقم نے اپنی مختصر تقریر میں عقیدۂ ختم نبوت پر روشنی ڈالی اور سامعین کو اس کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ عقیدۂ قرآن کریم کی سو آیات مبارکہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسودس فرامین مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے جبکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں امت مسلمہ کا سب سے پہلا اجماع و اتفاق بھی اسی عقیدہ کے تحفظ کے لئے اپنی جانیں تک قربان کردینے پر ہوا۔ راقم نے علامہ انور شاہ کشمیری نوراللہ مرقدہ کا قول بھی نقل کیا، جو انہوں نے اپنی آخر العمر میں ارشاد فرمایا تھا کہ میری ساری زندگی قرآن، حدیث اور فقہ کے درس میں گزرگئی، کوئی دو ہزار کے قریب میرے شاگرد ہوں گے (جن میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی نوراللہ مرقدہم جیسے جبال علم حضرات شامل ہیں.... راقم) مگر آج مجھے لگتا ہے کہ میں نے ساری زندگی ضائع کردی۔ فتنۂ قادیانیت امت مسلمہ کی جڑیں کھوکھلی کرتا رہا اور ہم امام ابوحنیفہ وامام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے مابین فروعی اختلافات میں پڑے رہے، حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ روز قیامت حنفی بھی بخشے جائیں گے اور مالکی، شافعی اور حنبلی بھی، یہ تمام خدمات یعنی قرآن، حدیث، فقہ و دیگر علوم دینیہ کا پڑھنا پڑھانا اور نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ عبادات کا بجالانا اور دین کے تمام شعبہ جات میں اپنا حصہ شامل کرنا، یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات، اقوال، افعال، اعمال اور اوصاف کا تحفظ ہیں جبکہ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا تحفظ ہے۔ اگر ذات محفوظ ہوگی تو اقوال، افعال اور اوصاف بھی محفوظ ہوں گے اور اگر ذات نبوی ہی محفوظ نہ رہی تو دین کی مکمل عمارت زمین بوس ہوجائے گی۔

اس کے بعد محفل کے پہلے مہمان قاری عبدالرحمن (تلمیذ رشید حضرت مولانا قاری احسان اللہ فاروقی مدظلہ) نے تلاوت کلام پاک کا آغاز فرمایا اور دیر تک مختلف لہجوں اور انداز میں انتہائی خوبصورتی اور خوش الحانی کے ساتھ سامعین کو محظوظ فرماتے رہے۔

قاری عبدالرحمن کی تلاوت کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا قاضی احسان احمد کا خطاب ہوا۔ آپ نے انتہائی جامعیت کے ساتھ پُر اثر گفتگو میں اپنا درد دل عوام الناس کے اندر منتقل کیا۔ آپ نے قادیانی مصنوعات خصوصاً ''شیزان'' کا بائیکاٹ کرنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ یہ کمپنی روز اول سے قادیانیوں کی ملکیت میں ہے اور یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچی ہوئی ہے کہ ''شیزان'' کے مالکان قادیانیت کی تبلیغ کے لئے اپنا کثیر منافع خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا روسی، جاپانی اور دیگر زبانوں میں تحریف شدہ ترجمہ (جس میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا گیا ہے اور ''محمد رسول اللہ'' کی تشریح مرزا غلام احمد قادیانی ملعون سے کی گئی ہے! استغفراللہ!) کرواکر دنیا بھر میں تقسیم کرنے کے تمام تر اخراجات ''شیزان'' نے اٹھائے۔ اسی طرح قادیانیوں کا سالانہ جلسہ (جسے وہ ظلی حج قرار دیتے ہیں) کے اخراجات میں بھی ''شیزان'' کافی تعاون کرتی رہی ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ ''شیزان'' کا مالک چوہدری شاہنواز تھا اور اب اس کے بیٹے، بہو اور بیٹی داماد اس کے مالکان ہیں۔ جب قادیانیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب ''شیزان'' خسارے میں جارہی ہے اور بہت سے غیرت مند مسلمان تاجر بھی ان کا مال خریدنے سے انکار کردیتے ہیں تو انہوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے چال یہ چلی کہ ایک مسلمان کو اپنی کمپنی کے چند شیئرز فروخت کرکے اسے اپنا شریک بنالیا اور ظاہر یہ کیا کہ یہی اصل مالک ہے۔ اسی طرح لاہور کی چند شیزان بیکریاں ایک مسلمان کو فروخت کرکے پروپیگنڈا شروع کردیا کہ ''شیزان'' مسلمانوں نے خریدلی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اپنی کمپنی کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر مسلمانوں کو فائز کررکھا ہے۔ اس سب صورت حال سے عوام دھوکے میں آگئے اور شیزان کی مصنوعات استعمال کرنا شروع کردیں۔ آپ نے اپیل کی کہ مسلمان اس دھوکا دہی سے ہوشیار رہیں اور یاد رکھیں کہ شیزان آج بھی قادیانیوں کی ملکیت میں ہے لہٰذا اس کی مصنوعات

خرید کر قادیانیت کی تبلیغ میں لگا پیسہ خرچ کرنے سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ محلہ کے دکاندار کو شیزان وغیرہ فروخت کرتے دیکھیں تو پیار محبت سے سمجھائیں کہ وہ اس کی فروخت کرنا چھوڑ دے۔ اسی طرح جو مسلمان لاعلمی میں ان مصنوعات کو خریدتے ہیں، ان کو بھی سلیقہ سے ان کا بائیکاٹ کرنے کی ترغیب دی جائے۔

محفل کے مہمان خصوصی حضرت مولانا قاری احمد میاں تھانوی مدظلہ تھے۔ آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ سبعہ عشرہ کے ماہر اور بہترین مجود قاری ہیں۔ پاکستان بلکہ دنیا بھر میں آپ کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں، جن میں سے بعض حرم میں امام بھی ہیں۔ آپ نے پاکستان کے کئی بڑے مدارس میں ''علم القراآت'' کے باقاعدہ شعبے کی بنیاد ڈال کر اس کو ایک بار پھر جلا بخشی ہے۔

آپ بلاشبہ رئیس القراءؒ اور استاذ القراءؒ کہلانے کے حقدار ہیں۔ جب آپ تلاوت فرماتے ہیں تو سماں باندھ دیتے ہیں، مختلف لہجوں اور طرز میں تمام قراآت کی رعایت رکھتے ہوئے قرآن پڑھنا آپ کا خاصہ ہے، چنانچہ اس کا نظارہ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس محفل میں دیکھا جب آپ کافی دیر تک کلام الٰہی کا رس اپنی شیریں آواز میں گھول کر ہمارے کانوں میں انڈیلتے رہے۔

اس محفل میں آپ نے اپنی قراۃ سنانے کے بعد اس علم کی بنیاد اور اہمیت پر بھی مختصر روشنی ڈالی اور بتایا کہ قرآن کریم جتنی قراآت میں پڑھا جاتا ہے، یہ سب تواتر سے ثابت ہیں اور امت کا ان پر تعامل ہے اور ان کا انکار کرنا سخت گمراہی و کج روی ہے۔

آپ کی تلاوت کے بعد صدر مجلس حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی) نے آپ سے دعا کرانے کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ کی مختصر دعا پر یہ مبارک محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے ناظم محمد انور رانا اور سید انوار الحسن نے بھی خصوصی طور پر شرکت فرمائی۔ امام مسجد مولانا مفتی محمد شاہ الرحمن مدظلہ از اول تا آخر تمام پروگرام کی نگرانی فرماتے رہے اور بنفس نفیس موجود رہے جبکہ اہل محلہ کی بڑی تعداد اس محفل میں شریک ہوئی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی وسطی کے تمام کارکنان و مسجد انتظامیہ اس کامیاب پروگرام کے انعقاد پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ رب العزت ہم سب کو روز قیامت خاتم النبیین والمرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔

☆☆............☆☆

ختم نبوت کانفرنس جعفرآباد، سکھر

جعفرآباد، سکھر (رپورٹ: محمد عذیر، محمد عمیر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جعفرآباد سکھر کے زیر اہتمام سالانہ ختم نبوت کانفرنس زیر صدارت مولانا عبدالقیوم ہالیجوی، زیر انتظام بھائی عبدالحمید مہر، زیر نگرانی مبلغ مولانا محمد حسین ناصر منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں مولانا قاضی احسان احمد مرکزی مبلغ ختم نبوت کراچی، قاری جمیل احمد خطیب مرکزی جامع مسجد سکھر محترم آغا ایوب شاہ، مولانا عبدالمجیب قریشی پیر شریف، مولانا محمد یعقوب سومرانی شریف، مولانا عبدالستار میکھو، مولانا سعید احمد شاہ سکھر و دیگر علماء کرام کے بیانات ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالقیوم ہالیجوی نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح محبت ہی کل قیامت کے دن کام آئے گی۔ مولانا عبدالحمید مہر نے اپنے بیان میں کہا کہ مسلمان قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا ہوجائے یہی ہماری خواہش ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا قاری خلیل احمد مرحوم کے جانشین قاری جمیل احمد نے اپنے بیان میں کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت دین کی بنیاد ہے، ہمارے اکابرین نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرکے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کیا ہے۔ مسلمان مرسکتا ہے کٹ سکتا ہے لیکن اپنے نبی امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مرکزی رہنما مولانا قاضی احسان احمد نے اپنے بیان میں کہا کہ مسلمان کو مسلمان بن کر رہنا چاہئے، مسلمان کی وضع قطع ایسی ہو کہ دور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام نظر آئے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین پاکستان اور بیرون پاکستان عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے چوکیدار ہیں اور الحمدللہ ہمیں اس چوکیداری پر فخر ہے۔ مولانا نے مزید کہا کہ قادیانیت کسی مذہب کا نام نہیں بلکہ مذہب کے نام پر سادہ لوح لوگوں سے قادیانیت کے نام پر ارتداد کے جال میں پھنسا کر ان سے چندہ بٹورنے کا ایک بہانہ تلاش کیا گیا ہے اور آج تک یہی سلسلہ جاری ہے۔ مولانا سعید احمد شاہ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت و نشانی یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غداروں کا بائیکاٹ کیا جائے اور ان سے میل جول، لین دین، کھانا، پینا ختم کیا جائے۔ مولانا عبدالمجیب قریشی نے اپنے بیان میں کہا کہ ہمارے بڑوں کا اوڑھنا بچھونا تحفظ ختم نبوت تھا اور ہم بھی ان شاء اللہ! قادیانی فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہیں گے۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے مولانا قربان علی مہر اور بھائی عبدالحمید مہر نے و دیگر ساتھیوں نے بھرپور محنت کی۔

محبتِ رسول کے تقاضے

حافظ وجیہ الدین

قال اللّٰہ تعالیٰ:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" (البقرہ:۱۰۴)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کلام فرماتے تو اگر کوئی بات انہیں کچھ سمجھ نہ آئی تو وہ دوبارہ سننے کے لئے ان الفاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتے۔ "راعنا یا رسول اللہ" اے اللہ کے رسول! ہماری رعایت فرمائیں۔ یعنی ہمیں سمجھانے کے لئے یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائیں۔

تو بعض یہودیوں نے ایک شرارت ایجاد کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ "راعنا" سے خطاب کرتے، جس کے معنٰی عربی تو صحیح تھے لیکن ان کی عبرانی زبان میں ایک بددعا کے تھے اور وہ اسی نیت سے کہتے تھے، اس لئے عربی دان اس شرارت اور اس گستاخی کو سمجھ نہ سکتے تھے اور اس اچھے معنی کے قصد سے بعضے مسلمان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کلمہ سے خطاب کرنے لگے۔ اس لئے ان شریروں کو اور گنجائش ملی، آپس میں بیٹھ کر ہنستے تھے کہ اب تک تو ہم ان کو خفیہ ہی برا کہتے تھے، اب علانیہ کہنے کی تدبیر ایسی ہاتھ آ گئی کہ مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے تو پروردگار عالم نے اس گنجائش کے قطع کرنے کے لئے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ "راعنا" نہ کہا کرو بلکہ "انظرنا" کہا کرو۔ علامہ آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ایمان والوں کے لئے اتاری تاکہ مومنین کی طرف سے اہانت رسول کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے اور زبانیں ایسے الفاظ بالکل چھوڑ دیں اور بے ادبوں، گستاخوں سے مشابہت بھی ختم ہو جائے۔" (روح المعانی،۸۰)

علامہ رشید رضا مصریؒ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اہانت رسول کے الفاظ اگرچہ غیر ارادی طور پر ہی کیوں نہ ہوں، لیکن ان کے ذریعہ اس کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ کو بھی منع فرما دیا اور اس سلسلے کو بالکل بند کر دیا۔" (المنار،۱/۴۱۰)

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ نے اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اس آیت سے پہلے براہ راست خطاب چلا آ رہا تھا یہود کو لیکن جب یہ مقام آیا تو قرآن نے اپنا انداز تخاطب بدل لیا اور شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اہانت کرنے کی بات کر کے ارشاد فرمایا کہ واسطے کافروں کے عذاب الیم ہے یعنی کہ قرآن نے غائبانہ انداز میں بات کی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ گستاخ رسول، شاتم رسول بارگاہ ایزدی میں اتنا رذیل و خسیس ہے، اتنا ذلیل و خفیف کہ پروردگار عالم نے اسے مخاطب کرنا بھی مناسب نہ سمجھا بلکہ اس سے قطع نظر (بے رخی) کر کے مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: مومنوں راعنا نہ کہا کرو بلکہ "انظرنا" کہا کرو اور واسطے کافروں کے عذاب الیم ہے۔ منافقوں کی گستاخی کیا تھی کہ مولیٰ نے انہیں خطاب کے قابل بھی نہ سمجھا (وہ گستاخی یہ تھی) کہ ان کے اس لفظ راعنا میں احتمال اہانت رسول تھا اور مسلمانوں کو اس لئے مخاطب کیا کہ گستاخی رسول کے احتمال کا دروازہ بھی نہ کھل سکے اور اس لفظ راعنا پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قدغن عائد کر دی۔" (معالم القرآن،۱/۲۹۳)

جب اللہ جل شانہ نے اپنا انداز تخاطب بدل کر امت مسلمہ کو یہ پیغام دے دیا کہ گستاخ رسول میری بارگاہ میں ضال ہے، مضل ہے، گمراہ ہے، ملعون و مردود ہے تو بھلا کیا ہمارے لئے یہ بات روا ہوگی کہ ہم گستاخ مصطفیٰ سے تعلقات کو استوار کریں؟ ان کی غمی خوشی میں شریک ہو کر ان کو دلاسا دے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کے قلب اطہر پر تلوار چلائیں۔

مرزائی کیوں آج کھلے عام اور برملا کہتے پھرتے ہیں کہ صرف چند ملاں ہیں جو ہمارے خلاف ہیں، باقی مسلمان تو ہمارے ساتھ ٹھیک معاملات رکھتے ہیں، ہماری دکانوں سے سودا سلف خریدتے ہیں، ہمارے ساتھ لین دین کرتے ہیں، ہماری خوشی غمی میں شریک ہوتے ہیں، مسلمانوں کا یہی کردار قادیانیت کو

باقی رکھنے اور پنپنے کا موقع دے رہا ہے اور قادیانیوں کی مصنوعات استعمال کرکے ان کو لاکھوں روپے کا فائدہ پہنچا رہے ہیں اور بالواسطہ ہمارا پیسہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ تو گستاخ تو ہم بھی بن رہے ہیں۔ کاش! کہ مسلمان قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ کرکے یہ عملی نمونہ پیش کرتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہمارا دشمن ہے، اور یہ مسلمان جب کہے گا جب اس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ہوں کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ محبوب کا دوست محبوب ہوتا ہے اور محبوب کا دشمن بھی دشمن ہوتا ہے، تو جو مسلمان قادیانیوں سے سلام کلام اور لین دین ان کو کافر اور مرتد سمجھ کر کرتا ہے تو وہ شخص پہلی فرصت میں توبہ کرے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور خدا کی قسم! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں اور گستاخوں سے تکلم اور گفتگو تمام کبائر سے بڑا گناہ ہے۔

اس لئے وہ توبہ کرکے قادیانیوں سے دور ہو جاتے اور آئندہ ان سے مکمل نفرت کرتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی پہلی نشانی مرزائیوں کا بائیکاٹ اور ان سے نفرت ہے تو جو مسلمان اس جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ اس سے مکمل بچیں کہ یہ ایسا خطرناک و نازک معاملہ ہے کہ خدانخواستہ روز محشر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور شفاعت سے محرومی کا محرک بن جائے۔

مسلمانو! یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اور ان ظالموں اور ملعونوں سے تعلقات ہمارے ایمانی کمزوری کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

ذیل میں ایک چھوٹا سا واقعہ حضرت امام ابو یوسفؒ کا ہے جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں، جس سے آپ اندازہ لگائیں کہ ہمارا ایمان ہم سے کس بات کا مطالبہ کرتا ہے اور ہم کہاں جا رہے ہیں؟

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو کی ترکاری اس قدر پسند تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے کدو کی قاشیں تلاش کرکے تناول فرمایا کرتے تھے۔ جب اس روایت کا ذکر حضرت امام ابو یوسفؒ کے سامنے ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرمایا کرتے تھے تو اسی مجلس میں ایک شخص بولا لیکن مجھے کدو پسند نہیں ہے، یہ سن کر حضرت امام ابو یوسفؒ نے تلوار کھینچ لی کہ تجدید ایمان کرو ورنہ تجھے قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ حالانکہ کسی حدیث میں صریحاً یہ قول نہیں ملتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مجھے کدو بہت پسند ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو کی ترکاری کو پسند فرماتے ہیں، لیکن امام ابو یوسفؒ نے اس آدمی کو واضح الفاظ میں فرمادیا کہ ایمان کی تجدید کرو، اس بیچارے کے علم میں بھی نہ تھا کہ ایسا کہنے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ گستاخی رسول ہے۔

اے مسلمانو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایک تقاضا تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہمیں طبعی رغبت ہو جائے، ہماری رغبتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت میں فنا ہو جائیں، ہمارا یہ ذوق و مزاج بن جائے کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے وہ ہمیں بھی محبوب ہو، کسی نے کہا:

سنت پہ محمد ﷺ کی اگر میں نہ فدا ہوں
کس منہ سے پھر میں جاؤں گا روضہ پہ مدینہ

تعجب ہے آج دعویٰ عشق تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہم جیسا عاشق کائنات میں نہیں لیکن جب بات آتی ہے عمل کی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے بائیکاٹ کی تو ہم سے اپنے منہ کے چٹخارے نہیں چھوٹتے، ہم سے قادیانیوں سے تعلقات نہیں چھوٹتے، یاد رکھو! ایک ہی دل میں دوست و دشمن جمع نہیں ہو سکتے، ایک ہی دل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مرزائی بسیرا نہیں کر سکتے۔ ایک ہی دل میں روشنی اور اندھیرا جمع نہیں ہو سکتا، ایک ہی دل میں ایمان و نفاق جمع نہیں ہو سکتا۔

یہ بہت نازک معاملہ ہے یہ ہمارے ایمان کا سودا ہو جائے گا۔ یہ معاملہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا ہے۔ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں:

"جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا طالب ہے وہ قادیانیوں کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے۔ یاد رکھو! اس وقت دو جماعتیں بن گئی ہیں، ایک مسلمان اور دوسرے قادیانی اور ان دونوں جماعتوں کے درمیان لکیر کھنچ گئی ہے۔ ادھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور ادھر قادیانی ملعون کی جماعت، ایک طرف اصلی "محمد رسول اللہ" حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، دوسری طرف قادیان کا جعلی محمد رسول اللہ ہے؟

اب آپ درمیان میں ہی رہ گئے، مہربانی کرکے ایک طرف ہو جائیے، آپ کو اگر ان کی منطق پسند ہے، یہ بات پسند ہے کہ ظفر اللہ خان بہت بڑا بیرسٹر، وکیل اور قانون دان تھا، آپ کو اس پر ناز ہے کہ عبدالسلام قادیانی بہت بڑا سائنس دان ہے اور آپ کو یہ خیال ہے کہ ایم ایم احمد بڑا بیوروکریٹ قسم کا آدمی ہے، ٹھیک ہے، آپ کو حق پہنچتا ہے، آپ اس سے متاثر ہیں، پھر لائن کے اس طرف ہو جائیے اور اگر نہیں تو اس طرف آ جائیے۔

یہ آپ نہیں کر سکتے کہ ہم ان دونوں جماعتوں کے درمیان "غیر جانبدار" رہیں گے۔ خدا کی قسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ مرزا قادیان کے

باقی رکھنے اور جینے کا موقع دے رہا ہے اور قادیانیوں کی مصنوعات استعمال کرکے ان کو لاکھوں روپے کا فائدہ پہنچا رہے ہیں اور بالواسطہ ہمارا پیسہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف استعمال ہورہا ہے۔ تو گستاخ تو ہم بھی بن رہے ہیں۔ کاش! کہ مسلمان قادیانیوں کا مکمل بائیکاٹ کرکے یہ عملی نمونہ پیش کرتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہمارا دشمن ہے، اور یہ مسلمان جب کہے گا جب اس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ہوں کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ محبوب کا دوست محبوب ہوتا ہے اور محبوب کا دشمن بھی دشمن ہوتا ہے، تو جو مسلمان قادیانیوں سے سلام کلام اور لین دین ان کو کافر اور مرتد سمجھ کر کرتا ہے تو وہ شخص پہلی فرصت میں توبہ کرے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور خدا کی قسم! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں اور گستاخوں سے تکلم اور گفتگو تمام کبائر سے بڑا گناہ ہے۔

اس لئے وہ توبہ کرکے قادیانیوں سے دور ہوجائے اور آئندہ ان سے مکمل نفرت کرتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی پہلی نشانی مرزائیوں کا بائیکاٹ اور ان سے نفرت ہے تو جو مسلمان اس جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ اس سے مکمل بچیں کہ یہ ایسا خطرناک و نازک معاملہ ہے کہ خدانخواستہ روز محشر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور شفاعت سے محرومی کا محرک بن جائے۔

مسلمانو! یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اور ان ظالموں اور ملعونوں سے تعلقات ہمارے ایمانی کمزوری کی طرف اشارہ کررہی ہے۔

ذیل میں ایک چھوٹا سا واقعہ حضرت امام ابو یوسفؒ کا ہے جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں، جس سے آپ اندازہ لگائیں کہ ہمارا ایمان ہم سے کس بات کا مطالبہ کرتا ہے اور ہم کہاں جارہے ہیں؟

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو کی ترکاری اس قدر پسند تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے کدو کی قاشیں تلاش کرکے تناول فرمایا کرتے تھے۔ جب اس روایت کا ذکر حضرت امام ابو یوسفؒ کے سامنے ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرمایا کرتے تھے تو اسی مجلس میں ایک شخص بولا لیکن مجھے کدو پسند نہیں ہے، یہ سن کر حضرت امام ابو یوسفؒ نے تلوار کھینچ لی کہ تجدید ایمان کرو ورنہ تجھے قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ حالانکہ کسی حدیث میں صریحاً یہ قول نہیں ملتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مجھے کدو بہت پسند ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو کی ترکاری کو پسند فرماتے ہیں، لیکن امام ابو یوسفؒ نے اس آدمی کو واضح الفاظ میں فرمادیا کہ ایمان کی تجدید کرو، اس بیچارے کے علم میں بھی نہ تھا کہ ایسا کہنے سے ایمان ضائع ہوجاتا ہے۔ یہ گستاخی رسول ہے۔

اے مسلمانو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایک تقاضا تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہمیں طبعی رغبت ہوجائے، ہماری رغبتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت میں فنا ہوجائیں، ہمارا یہ ذوق و مزاج بن جائے کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے وہ ہمیں بھی محبوب ہو، کسی نے کہا:

سنت پہ محمد ﷺ کی اگر میں نہ فدا ہوں
کس منہ سے پھر میں جاؤں گا روضہ پہ مدینہ

تعجب ہے آج دعویٰ عشق تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہم جیسا عاشق کائنات میں نہیں لیکن جب بات آتی ہے عمل کی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے بائیکاٹ کی تو ہم سے اپنے منہ کے چٹخارے نہیں چھوٹتے، ہم سے قادیانیوں سے تعلقات نہیں چھوٹتے، یاد رکھو! ایک ہی دل میں دوست و دشمن جمع نہیں ہوسکتے، ایک ہی دل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مرزائی بسیرا نہیں کرسکتے۔ ایک ہی دل میں روشنی اور اندھیرا جمع نہیں ہوسکتا، ایک ہی دل میں ایمان و نفاق جمع نہیں ہوسکتا۔

یہ بہت نازک معاملہ ہے یہ ہمارے ایمان کا سودا ہوجائے گا۔ یہ معاملہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا ہے۔ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں:

”جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا طالب ہے وہ قادیانیوں کے مقابلے میں کھڑا ہوجائے۔ یاد رکھو! اس وقت دو جماعتیں بن گئی ہیں، ایک مسلمان اور دوسرے قادیانی اور ان دونوں جماعتوں کے درمیان لکیر کھینچ گئی ہے۔ ادھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور ادھر قادیانی ملعون کی جماعت، ایک طرف اصلی ”محمد رسول اللہ“ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، دوسری طرف قادیان کا جعلی محمد رسول اللہ ہے؟

اب آپ درمیان میں ہی رہ گئے، مہربانی کرکے ایک طرف ہوجائیے، آپ کو اگر ان کی منطق پسند ہے، یہ بات پسند ہے کہ ظفر اللہ خان بہت بڑا بیرسٹر، وکیل اور قانون دان تھا، آپ کو اس پر ناز ہے کہ عبدالسلام قادیانی بہت بڑا سائنس دان ہے اور آپ کو یہ خیال ہے کہ ایم ایم احمد بڑا بیوروکریٹ قسم کا آدمی ہے، ٹھیک ہے، آپ کو حق پہنچتا ہے، آپ اس سے متاثر ہیں، پھر لائن کے اس طرف ہوجائیے اور اگر نہیں تو اس طرف آجائیے۔

یہ آپ نہیں کرسکتے کہ ہم ان دونوں جماعتوں کے درمیان ”غیر جانبدار“ رہیں گے۔ خدا کی قسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ مرزا قادیان کے

رمضان المبارک

کیا کریں اور کیا نہ کریں

بشیر احمد سہارنپوری

(۱) ماہ رمضان کو عام مہینوں میں ایک امتیاز حاصل ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے مغفرت رحمت کا دریا بہتا ہے۔اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس ماہ کا زیادہ سے زیادہ وقت خدا کی اطاعت وبندگی میں صرف ہواور دنیوی مصروفیات کو فی الحال مؤخر کردیا جائے ورنہ یہ رمضان کی ناقدری ہوگی۔

لہٰذا ماہ رمضان میں عبادت کے لئے اس طرح اپنے آپ کو دیگر مصروفیات سے فارغ رکھنے کی کوشش کریں جس طرح شادی کے دنوں میں اپنے آپ کو دوسری سب مصروفیات سے فارغ رکھتے ہیں۔

(۲) ہر بالغ، عاقل اور تندرست آدمی روزہ رکھے، بلا کسی شرعی عذر کے روزہ ترک کردینا اتنا سنگین گناہ ہے کہ زندگی بھر روزہ رکھنا بھی اس کی تلافی نہیں بن سکتا(حدیث)

(۳) گھر کا سربراہ اس بات کی نگرانی رکھے کہ گھر کا کوئی فرد بلا عذر شرعی روزہ ترک نہ کرے۔

(۴) جو شخص شرعی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے وہ بھی رمضان کا مکمل احترام ملحوظ رکھے۔

(۵) پورے ماہ تراویح میں قرآن پاک سننے کا احترام کریں۔اگر کم دنوں میں قرآن پاک سن کر فارغ ہو جائیں تو دوسری جگہ قرآن پاک سنیں، نہ تراویح ترک کریں اور نہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھنے کا معمول بنائیں۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ تو ہم پورے سال نمازوں میں سنتے ہی ہیں۔

(۶) بہتر یہ ہے کہ مسجد میں تراویح ادا کریں۔اس میں دوگنا ثواب ہے۔

(۷) تراویح کے لئے ایسے امام کا انتخاب کریں جیسا کہ ہم پنجوقتہ نماز کے لئے انتخاب کرتے ہیں، جس میں امامت کے شرعی اوصاف موجود ہوں اور جو قرآن پاک کو اس کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ پڑھتا ہو، جس میں امامت کے شرعی اوصاف نہ ہوں اس کے پیچھے نماز بھی ناقص ہوگی اور اس کو امام منتخب کرنے والے بھی گناہ گار ہوں گے (شامی)۔

(۸) الحمد سے لے کر و الناس تک

پورا قرآن اس طرح سنیں کہ ہماری نیت بندھی ہوئی ہو، جیسا کہ امام پورا قرآن اسی طرح سناتا ہے، امام کے پیچھے بیٹھے رہنا اور رکوع کے وقت بھاگتے دوڑتے اس کے ساتھ شامل ہونا قرآن میں اس کو منافقوں کی خصلت شمار کیا گیا ہے(التوبۃ)۔ نیز اس طرح قرآن پاک تراویح میں سننے کی سنت بھی ادا نہیں ہوتی، بلکہ بسا اوقات نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے۔

(۹) تراویح کی رکعت بیس ہیں، چودہ سو سال سے امت کے عوام وخواص بیس رکعات تراویح ہی ادا کرتے آئے ہیں، آج بھی حرمین شریفین میں بیس رکعات تراویح ہوتی ہے، اسلئے اس سلسلہ میں کسی مغالطہ اور فریب کا شکار نہ ہوں۔

(۱۰) تراویح میں ختم قرآن کے لئے چند امور کی بطور خاص رعایت ضروری ہے: (۱) قرآن کریم تجوید کی رعایت کے ساتھ اس طرح پڑھا جائے کہ مقتدی حضرات بھی سمجھ سکیں۔ (۲) سننے والے شوق وذوق اور دلچسپی کے ساتھ سنیں، ایسا نہ ہو کہ امام نیت باندھے تراویح پڑھ رہا ہو اور پیچھے لوگ بیٹھے ہوئے ہوں یا کسی اور مشغلے میں مشغول ہوں۔ (۳) ہر رکعت میں صرف اتنی مقدار قرآن کریم پڑھیں، جس کو لوگ بشاشت کے ساتھ سنیں اور کوئی بار محسوس نہ کریں۔ (۴) کم ایام میں تراویح میں پورا قرآن کریم سن لینے کے بعد بقیہ ایام میں تراویح ترک نہ کی جائے۔ (۵) سنانے والا معاوضہ نہ لے۔

آج کل جو کم دنوں میں قرآن کریم سننے اور سنانے کا رواج ہے اس میں اگر مذکورہ بالا امور ملحوظ رہتے ہوں تو اس کی گنجائش ہے اور اگر ان امور کا لحاظ نہ کیا جاتا ہو جیسا کہ عمومی صورت حال یہی ہے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا جہاں کم دنوں میں ان امور کی رعایت کئے بغیر تراویح ہو رہی ہو اس میں شرکت سے پرہیز کریں۔

(۱۱) عشرۂ اخیرہ میں محلّہ کی ہر مسجد میں اعتکاف کا اہتمام کیا جائے۔ اگر محلّہ کی کسی بھی مسجد میں کسی نے اعتکاف نہیں کیا تو تمام اہل محلّہ ترک سنت کے وبال میں گرفتار ہوں گے۔

(۱۲) اس بات کی کوشش کی جائے کہ ہر گھر

میں سے ایک آدمی ضرور اعتکاف میں بیٹھے، ایسا کرنے سے تمام گھر والے اعتکاف کی برکات سے مستفید ہوں گے۔

(۱۳) اعتکاف میں بیٹھنے والا اعتکاف کے ضروری مسائل سے واقف ہو یا کم از کم اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے اس کے مسائل معلوم کرنے کا اہتمام کرے۔

(۱۴) ہمارے معاشرے میں اعتکاف کے لئے ایسے آدمی کو تلاش کیا جاتا ہے کہ جس کے ذمہ کوئی کام نہ ہو، اور پھر اسکو اعتکاف میں بٹھا کر اپنے آپ کو فارغ سمجھ لیتے ہیں خواہ وہ اعتکاف کے اصول وآداب سے ناواقف ہو، یہ اعتکاف جیسی عظیم الشان عبادت کی ناقدری ہے۔

معتکف پوری بستی کی جانب سے اللہ تعالیٰ شانہ کے عظیم دربار میں نمائندگی کرتا ہے اس لئے اپنی طرف سے بہترین نمائندہ منتخب کریں۔

(۱۵) عشرۂ اخیرہ کی ہر رات نہایت اہم گویا شب قدر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف فرمایا، تاکہ ان راتوں کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں، اعتکاف نہ کر سکتے ہوں تو کم از کم ان راتوں کی ہی قدردانی کرلیں۔ ہمارے معاشرہ میں عشرۂ اخیرہ کی بیش قیمت راتیں عبادت کے بجائے عید کی تیاریوں میں گزارنے کا رواج ہے، یہ ایسا ہے جیسا کہ سونے کے ڈلوں سے استنجا کرنا، اس لئے اپنے اس طرز عمل پر ٹھنڈے دل سے نظر ثانی فرمائیں۔

عید کی تیاری رمضان سے پہلے کریں، رمضان کے لمحات جنت کی اشیاء کی خریداری کے لئے ہیں، نہ کہ اس فانی دنیا کی معمولی اشیاء کی خریداری کے لئے۔

(۱۶) رمضان کی مثال دودھ کی ہے، آگ پر رکھا ہوا دودھ جتنا گھٹتا ہے اس کی توانائی میں اتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ رمضان جیسے جیسے آگے بڑھے ہمارے شوق عبادت میں اضافہ ہو۔ اس کے برخلاف ہمارے معاشرہ کا حال یہ ہے کہ شروع رمضان میں روزہ تراویح اور دوسری عبادات کا خوب اہتمام ہوتا ہے اور جیسے جیسے رمضان آگے بڑھتا ہے ہم لوگ عبادتوں سے کنارہ کش ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہ طرز عمل رمضان کے مرتبہ ومقام سے ناواقفیت کی علامت ہے اسلئے اس طرز عمل کو بدلیں۔

(۱۷) رمضان کے اخیر میں صدقۃ الفطر دینے کا اہتمام کریں، بہتر یہ ہے کہ عید سے قبل ادا کردیں تاکہ غربا عید کا دن فراغت کے ساتھ گزار سکیں۔

(۱۸) جو لوگ رمضان میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ایک تو وہ صحیح حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کریں، دوسرے از خود صحیح مصرف تک زکوٰۃ پہنچانے کا اہتمام کریں۔ بلا تحقیق ہر کس وناکس کے ہاتھ میں زکوٰۃ کی رقم رکھ دینا زکوٰۃ پھینکنا ہے، نہ کہ زکوٰۃ ادا کرنا، جس سے زکوٰۃ کے فریضہ کی ادائیگی مشکوک رہے گی۔

(۱۹) زکوٰۃ ہر اس مرد اور عورت پر فرض ہے جسکے پاس ۸۷ گرام، ۴۸۰ ملی گرام سونا یا ۶۱۲ گرام، ۳۸۰ ملی گرام چاندی یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے بقدر نقد روپیہ یا بیچنے کی کوئی بھی چیز ہو۔

لہٰذا ہر مرد وعورت اپنی ملکیت کا جائزہ لے اور جسکے پاس ان چاروں چیزوں میں سے کوئی بھی چیز مذکورہ مقدار میں ہو وہ دیگر شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرے۔

(۲۰) رمضان اور قرآن کا خاص جوڑ ہے۔ اسلئے رمضان میں قرآن کی تلاوت کی کثرت رکھیں، جو لوگ قرآن نہیں پڑھ سکتے وہ پڑھنے کی کوشش کے علاوہ کسی پڑھنے والے کے پاس بیٹھ کر پورا قرآن سننے کا اہتمام کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ آپ پر قرآن نازل ہوا مگر آپ حضرت جبرئیل کو قرآن سناتے اور خود ان سے سنا کرتے۔ (حدیث)

(۲۱) رمضان دعاؤں کا بھی مہینہ ہے اور امت کو اس وقت دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا اپنے لئے، تمام مسلمین ومسلمات اور خاص طور پر اس ملک کے امن وامان کے لئے دعاؤں کا اہتمام کریں، اور ہر دن کچھ وقت دعاء کے لئے فارغ رکھیں۔

(۲۲) نفلی عبادات کا کثرت سے اہتمام رکھیں، اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کا معمول رکھیں۔ تمام دنوں کی بنسبت تہجد کا اہتمام رمضان میں بہت سہل ہے، سحر کے لئے کچھ پہلے بیدار ہوجائیں تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کی توفیق ہوجائے گی۔

(۲۳) نفلی صدقات کا بھی حسب وسعت اہتمام کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ رمضان میں کسی بھی سائل کو نامراد نہیں لوٹاتے تھے۔ (حدیث)

(۲۴) رمضان کا ایک اہم تقاضہ یہ ہے کہ دن میں کھانے پینے کے ہوٹلوں کو کلی طور پر بند رکھا جائے، کھانے پینے کے ہوٹل کھلے رکھنا اور برسر عام کھانا پینا، رمضان کی توہین اور خدا تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے، علاقہ کے ذمہ داران اس بات کی نگرانی رکھیں کہ ان کے علاقہ میں چائے اور کھانے وغیرہ کا کوئی ہوٹل رمضان کے دنوں میں نہ کھلے۔

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

جاوید احمد غامدی

سیاق وسباق کے آئینہ میں

حضرت مولانا فضل محمد مدظلہ

بارہویں قسط

تصویر کشی سے متعلق غامدی کا نیا مذہب:

''معاشرتی نظم'' پر''بڑے عنوان کے تحت دفعہ ۱۲ کے ذیل میں غامدی صاحب موسیقی اور تصویر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''تصویر، موسیقی اور دوسرے فنون لطیفہ کے بارے میں یہ حقیقت تسلیم کی جائے کہ ان میں سے کوئی بھی اصلاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ یہ ان کی نوعیت اور ان کا استعمال ہے جو بعض حالات میں ان کی ممانعت کا سبب بن جاتا ہے اور اس طرح از روئے تشریع نہیں بلکہ از روئے قضاء بعض صورتوں میں ان کی حرمت کا حکم دیا جاتا ہے۔'' (منشور:۱۳)

تبصرہ:......غامدی صاحب نے اس دفعہ کے تحت تصویر کشی اور موسیقی کے دو بڑے موضوعات کو چھیڑ دیا ہے۔ تعجب ہے کہ اسلام میں کوئی اور بات غامدی صاحب کو نہیں ملی کہ اسلام کی حمایت میں اپنا زورِ قلم دکھائیں اور کفار، اغیار اور فساق و اشرار کے خلاف میدانِ کارزار میں اتر کر اہل باطل کے خلاف اپنے قلم کا جوہر دکھائیں۔

کیا تصویر اصلاً ممنوع نہیں ہے؟

تاریخ اسلام اس پر گواہ ہے کہ توحید کے خالص عقیدہ میں جب بھی شرک کی پیوندکاری ہوئی ہے، اس کے لیے دو راستے اختیار کیے گئے ہیں: ایک تصاویر اور مجسموں کا راستہ استعمال کیا گیا ہے اور دوسرا مزارات، قبروں، مقبروں اور قبرستانوں اور آستانوں کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ شرک اور کفر کا دور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو ابلیس نے مجسمہ پرستی اور تصویر سازی کی پوجا پاٹ میں ایسا لگا دیا کہ ساڑھے نو سو سال تک حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ اور دن رات کی محنت اور سمجھانے کے باوجود وہ قوم شرک اور کفر سے باز نہ آئی اور آخرکار طوفانِ نوح میں تباہ ہوگئی۔ اسی طرح قوم عاد و ثمود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم مجسمہ پرستی میں اتنا آگے بڑھ گئی کہ ہلاکت وتباہی کو سینہ سے لگالیا، لیکن بت پرستی اور تصویر سازی سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوئی، چنانچہ یہ قومیں تباہ ہوگئیں۔ یہود و نصاریٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہوں میں تبدیل کیا اور طرح طرح کے مجسموں اور تصاویر سے اپنے گرجوں اور عبادت گاہوں کو بھر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے کچھ پہلے مرض وفات میں نہایت سختی سے یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجی کہ انہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبروں کو عبادت گاہیں بنالیا اور نیک لوگوں کے مجسموں اور تصاویر کی پوجا شروع کردی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو متنبہ فرمایا کہ تم یہ کام نہ کرو، کیونکہ یہ شرک کے آنے کا سب سے خطرناک راستہ ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی کتاب ''دورِ حاضر کے فتنے'' سے ایک روح پرور مقالہ نقل کروں جس سے تصویر کی حرمت پر اجماع اور تصویر کے مفاسد پر بھرپور کلام امت کے سامنے آجائے، چنانچہ حضرت لکھتے ہیں: ''اباحیت کا فتنہ،

فوٹو اور تصویر کے فتنہ انگیز نتائج:

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، قربِ قیامت کی وجہ سے اس تیزی سے فتنوں پر فتنے ابھر رہے ہیں کہ ایمان کی سلامتی مشکل ہورہی ہے اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہوتی جارہی ہے۔ ایک فتنہ تنہا بذات خود فتنہ ہوتا ہے اور ایک فتنہ مختلف فتنوں کو جنم دیتا ہے، مثلاً: فوٹوگرافی کا فتنہ شروع ہوا، یہی کیا کم گناہ تھا کہ اس سے سینکڑوں فتنے پیدا ہوئے۔ حضرت حق جل شانہ کا علم ہر شئے کو محیط ہے، اس کے علم میں ہے کہ فلاں فتنہ فلاں فلاں اسباب وذرائع سے ابھرے گا۔ اس بناء پر شریعت الٰہیہ کا منشا یہ ہوتا ہے کہ جو چیز کسی درجہ میں معاصی اور گناہوں کا سبب بن سکتی ہو اس کو منع فرمائے۔ انسانی عقل بسا اوقات اپنے قصورِ علم اور کم فہمی کی وجہ سے اس کی علت وحکمت کو محسوس نہیں کرسکتی۔ انسان بسا اوقات تعجب کرتا ہے کہ بظاہر اس معمولی بات کو اتنی سختی سے کیوں روکا گیا؟ لیکن بعد میں واقعات وشواہد سے اس کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ شریعت الٰہیہ نے جو فیصلہ کیا تھا عین حکمت تھا۔ ایک مصوری کے پیٹ سے کیسے کیسے فتنے پیدا ہوگئے۔ شریعت محمدی نے ابتداء ہی سے فرمادیا تھا کہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب صورت بنانے والوں کو ہوگا، اور کبھی یہ فرمایا کہ: ''ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس میں روح پھونکو'' اور کبھی یہ ارشاد فرمایا کہ: جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے'' اور کہیں یہ فرمایا کہ: ''صورت سازی حق تعالیٰ کی خالقیت کی نقل کرنی ہے'' وغیرہ وغیرہ۔

اسلام دین قیم ہے، اس نے کفر وشرک،

بدعت وضلالت اور کج راہی وگمراہی کا ایک ایک کانٹا چن چن کر صاف کردیا۔ تمام اولاد آدم کو ایک صاف، سیدھا اور نکھرا ہوا ”صراط مستقیم“ عطا کیا جس پر چل کر وہ امن وامان اور راحت وعافیت کی زندگی بسر کرسکے اور مرنے کے بعد قرب ورضا اور جنت نعیم کی وارث بنے۔ قرآن میں ہے:

”تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔“ (القصص:۸۳)

ترجمہ:..... ”یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کرتے ہیں جو نہ تو زمین میں سرکشی چاہتے ہیں اور نہ فساد، اور اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔“

اسلام نے انسانیت کے اعمال واخلاق کے تزکیہ کے لیے شر وفساد کے تمام راستوں کو مسدود کردیا۔ شرک جو اسلام کی نظر میں سب سے بڑا ظلم ہے، تاریخ شاہد ہے کہ وہ دنیا میں مجسموں، مورتیوں اور تصویروں اور فوٹوؤں کے راستے سے آیا تھا۔ اس لیے اسلام نے اس منبع کفر وشرک کو حرام اور تصویر سازوں کو ملعون اور بدترین خلق قرار دے کر اس راستہ کو بند کیا۔ صحیحین میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہ حدیث موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مرض وصال میں ایک دفعہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے پاس جمع تھیں، کسی تقریب سے ”ماریہ“ نامی کنیسہ (گرجا) کا ذکر چھڑا، حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ ہجرت حبشہ کے دوران اس کے حالات معلوم کرنے کا موقع ملا تھا، اس لیے ان دونوں نے اس کے حسن تعمیر اور وہاں کی آراستہ تصویروں کا تذکرہ کیا۔ آنحضرت ﷺ یہ گفتگو سن رہے تھے، بستر علالت سے سر اٹھایا اور فرمایا:

”أولئک إذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدًا ثم صوروا بہ تلک الصور أولئک شرار خلق اللّٰہ۔“ (مشکوٰۃ:۳۸۶)

ترجمہ: ”ان لوگوں میں جب کسی نیک آدمی کا انتقال ہوجاتا یہ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنالیتے، پھر ان تصویروں سے اُسے آراستہ کرلیتے تھے، یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں بدترین قسم کے لوگ ہیں۔“

ایک حدیث میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ سفر پر تھے، آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے میں نے گھر میں ایک طاقچہ پر کپڑے کا پردہ لٹکادیا تھا، جس میں تصویریں بنی تھیں، جب آنحضرت ﷺ نے اسے دیکھا تو چہرۂ انور پر غضب کے آثار نمودار ہوئے اور نہایت نفرت کے لہجہ میں فرمایا:

”یا عائشۃ! إن أشد الناس عذابًا عند اللّٰہ یوم القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللّٰہ۔“ (صحیح مسلم، ج:۲، ص:۲۰۱)

ترجمہ:..... ”عائشہ! قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ سخت عذاب کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی صفت خلق میں مقابلہ کرتے ہیں۔“

صحیح مسلم اور مسند احمد کی حدیث میں ہے:

”إن أشد الناس عذابًا یوم القیامۃ المصورون۔“ (مسلم، ج:۲، ص:۲۰۱)

ترجمہ: ”یقیناً سب سے زیادہ سخت عذاب کے مستحق قیامت کے دن تصویر ساز ہوں گے۔“

اور صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں بہت سی احادیث صحیحہ مبارکہ موجود ہیں جو جاندار چیزوں کی تصویر سازی کی حرمت اور ملعونیت کو بیان کرتی ہیں اور تمام فقہائے امت نے متفقہ طور پر جاندار چیزوں کی تصاویر کو حرام قرار دیا ہے۔

بدقسمتی سے عالم اسلام کی زمام قیادت کافی عرصہ سے ناخداشناس تہذیبوں اور بددین قوموں کے ہاتھ میں ہے، جن کے یہاں (الا ماشاء اللہ!) دین ودیانت نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں اور شرم وحیاء، عفت وعصمت، غیرت وحمیت کا لفظ ان کی لغت سے خارج ہے۔ ان کے نزدیک مکر وفن اور دغا وفریب کا نام ”سیاست“ ہے۔ انسانیت کشی کے اسباب ووسائل کا نام ”ترقی“ ہے۔ فواحش ومنکرات کا نام ”آرٹ“ ہے۔ مرد وزن کے غیر فطری اختلاط کا نام ”روشن خیالی“ اور ”خوش اخلاقی“ ہے۔ پردہ دری اور عریانی کا نام ”ثقافت“ ہے اور پس ماندہ ممالک ان کی اندھی تقلید اور نقالی کو فخر سمجھتے ہیں۔ اس لیے آج سارے عالم میں فتنوں کا دور دورہ ہے، اور شاید یہ دجال اکبر کے دجالی فتنہ کی تیاری ہورہی ہو۔ خصوصاً عالم اسلام ہر معصیت، ہر فتنہ اور ہر برائی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ آئے دن کے ان ہزاروں فتنوں میں ایک ”فوٹو“ کا فتنہ ہے، جہاں دیکھیں فوٹو گرافر موجود ہیں۔ دعوت وضیافت ہو یا مجلس نکاح، اجلاس ہو یا پرائیوٹ اجتماع، ہر جگہ فوٹو گرافر موجود ہوگا اور کیمرہ سامنے۔ اس معصیت نے وبائی فتنہ کی شکل اختیار کرلی ہے، جس سے بچنا دشوار ہوگیا ہے، کوئی بالارادہ بچنا بھی چاہے، تب بھی اسے معاف نہیں کیا جاتا، بے خبری میں اس کا فوٹو بھی لے لیا جاتا ہے اور دوسرے دن اخبارات کے صفحات پر دنیا کے سامنے پیش بھی کردیا جاتا ہے۔ آج ان فوٹو گرافروں، کیمرہ بازوں اور اخبار نویسوں کے طفیل عریاں غلاظت کے انبار ہمارے گھروں میں داخل ہورہے ہیں، اور اس سے پورا معاشرہ متأثر، بلکہ متعفن ہورہا ہے۔ مگر حیف ہے

کہ اس پر کوئی گرفت کرنے والا نہیں۔ ستم یہ کہ اس عمومی اور عالم گیر صورت نے عام طبقہ کے ذہن سے یہ خیال ہی ختم کر دیا ہے کہ یہ بھی کوئی ناجائز کام یا معصیت اور گناہ ہے، کیونکہ برائی کا خاصہ ہے کہ جب وہ عام ہوجاتی ہے اور اس پر گرفت کا بندھن ڈھیلا ہوجاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی نفرت وحقارت دلوں سے نکلتی جاتی ہے اور قلوب مسخ ہوتے جاتے ہیں اور نوبت یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ وہ (برائی) معیار شرافت بن جاتی ہے۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

اور اس کو کج نظر اور غلط پندار لوگ ''انسانی قدروں کی تبدیلی'' سے تعبیر کرنے لگتے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ جب تک انسان، انسان ہے اور اس کی انسانیت باقی ہے، تب تک کسی ''انسانی قدر'' کے بدل جانے کا تصور ہی غلط ہے، ہاں! انسان نما جانور، انسان ہی نہ رہیں کسی اور نوع میں تبدیل ہو جائیں تو دوسری بات ہے۔

چند دن ہوئے ایک عالم کے یہاں خصوصی دعوت تھی، وہاں دو ایک مشہور شخصیتیں بھی مدعو تھیں اور خصوصی مہمان بھی تشریف فرما تھے، راقم الحروف کو بھی شرکت کی نوبت آئی اور سوء اتفاق سے مجھے ان ہی کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔ یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک عالم کے مکان پر خصوصی دعوت میں فوٹو گرافر کیمرہ لے کر آموجود ہوگا، جب فوٹو گرافر سامنے آیا تو راقم الحروف نے سختی سے روکا اور ایک دوسرے عالم نے بھی شدید نکیر فرمائی۔ اطمینان ہوا کہ فتنہ ٹل گیا، لیکن کچھ وقفے کے بعد دوبارہ کسی قدر فاصلہ پر دروازہ پر کھڑا دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس نے ہماری بے خبری اور غفلت سے فائدہ اٹھا کر اپنا ارادہ پورا کر لیا۔ اگلے دن ''جنگ'' کے صفحات پر تین اشخاص کا جن میں ایک راقم الحروف تھا فوٹو آگیا اور ستم ظریفی یہ کہ نیچے یہ عبارت لکھ دی ''گروپ فوٹو''۔ اناللہ۔

(جاری ہے)

بقیہ: رمضان المبارک..... کیا کریں اور کیا نہ کریں

(۲۵) گزشتہ کئی سالوں سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ رمضان آتے ہی اطراف و جوانب سے لاؤڈ اسپیکر کو لے کر جھگڑے کی اطلاعات موصول ہونا شروع ہوجاتی ہیں، اس جھگڑے کے رونما ہونے میں ہمارے طرزِ عمل کو بھی دخل ہے، لاؤڈ اسپیکر پر سحر و افطار کے طویل اعلانات کئے جاتے ہیں، رات کو جو آرام کا وقت ہے اس میں سحر سے کئی گھنٹے قبل مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر پر نظم و نعت کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور بعض علاقوں میں مغرب بعد بھی یہ سلسلہ چلتا ہے۔ بعض علاقوں میں آج بھی ڈھول یا رکشہ میں لاؤڈ اسپیکر رکھ کر سحر سے بیدار کرنے کی رسم خواہ مخواہ جاری ہے، یہ سب امور شرعی لحاظ سے بھی غلط ہیں کہ بوڑھے، مریض اور غیر مسلم افراد کی تکلیف کا سبب ہیں اور عقلی لحاظ سے اب ان کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہے، کیونکہ موبائل جس سے ہم صحیح اور غلط ہر کام لیتے ہیں، اگر اس کو ہم سحر و افطار کے اوقات کی شناخت اور نیند سے بیدار ہونے کے لئے استعمال کریں اور ہر مسجد میں جو اوقات کا نقشہ آویزاں ہوتا ہے اس کو ملاحظہ کرکے اس میں درج اوقات موبائل میں فیڈ کرلیں یا کسی کاغذ پر لکھ کر گھروں میں آویزاں کرلیں تو رمضان میں جو لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی کثرت ہوجاتی ہے وہ لغو اور فضول محسوس ہوگی۔

نیز رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادت کرنے کے اس طرز عمل کو بھی پیش نظر رکھیں کہ: ''جب آپ تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوتے تو آہستہ سے اٹھتے، پھر آہستہ سے دروازہ کھولتے کہ کہیں بیوی کی نیند نہ خراب ہو اور اسکو تکلیف نہ ہو'' یہ اور اس قسم کی دیگر روایات کے پیش نظر امت کے فقہاء اس پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو ناجائز ہے اور فقہاء نے بھی تحریر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ۱/۱۰۳، شامی ۱/۴۰۳-۴۴۲)

لہٰذا ذمہ داران مساجد سے درخواست ہے کہ وہ رمضان میں بھی عام مہینوں کی طرح صرف اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کریں اور نماز میں بھی اندرون مسجد کا لاؤڈ اسپیکر کھولیں، بیرون مسجد کا نہیں، نیز ڈھول اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ بیدار کئے جانے کی رسم کو ختم کریں، تاکہ ہماری عبادت دوسروں کی تکلیف کا سبب بننے سے محفوظ رہ سکے اور ''آ بیل، مجھے مار'' والی صورت حال پیدا نہ ہو۔

(۲۶) رمضان میں جیسے عبادت کا ثواب بڑھ جاتا ہے ایسے ہی گناہ کا وبال بھی سخت ہوجاتا ہے اسلئے خاص طور سے رمضان میں تمام گناہوں سے مکمل پرہیز کریں، گانے بجانے کی تمام چیزیں کم از کم ایک ماہ کے لئے اٹھا کر رکھ دیں، نام نہاد دینی پروگرام، میوزک آمیز نظمیں اور من گھڑت قوالیاں بھی نہ سنیں، اس ماہ مبارک میں داڑھی کٹانے سے بھی اجتناب کریں، جھوٹ، غیبت، دل آزاری، حرام خوری سے پورے طور پر احتراز کریں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہر وقت نگاہوں کے سامنے رکھیں:

''رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَ لَهٗ۔'' (ترمذی)

یعنی: ایسا آدمی ذلیل وخوار ہو جس کے سامنے رمضان اس طرح آکر چلا جائے کہ اس کی مغفرت نہ ہوسکے۔

ظاہر ہے کہ مغفرت گناہوں کو چھوڑے بغیر نہیں ہوسکتی۔

ان اللہ غفور رحیم

ختم نبوت تربیتی کورس، ملیر

رپورٹ: مولانا محمد فیض ربانی

کراچی.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مدرسہ سیدہ فاطمۃ الزہرأ رضی اللہ عنہا للبنات انجم ہومز، ملیر ہالٹ میں ہفت روزہ تربیتی کورس کا اہتمام کیا گیا، جس میں مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے مسلسل سات دن باقاعدہ صبح دس بجے تا دن ایک بجے تک انتہائی جانفشانی اور محنت سے خواتین وطالبات کو مسئلہ ختم نبوت سمجھایا۔

مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے پہلے دن صرف ختم نبوت کا تعارف اور کورس کی غرض و غایت بیان کی۔ دوسرے دن درس میں عقیدۂ ختم نبوت کی فضیلت واہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

جون کی سخت چلچلاتی گرمی میں شرکاء خواتین کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ ناظم آباد، گلشن اقبال، شاہ فیصل کالونی اور نہ جانے کہاں کہاں سے اپنی مصروفیات ترک کرکے ختم نبوت کے مسئلہ کی نزاکت وحساسیت کو سمجھنے کے لئے چلی آرہی ہیں۔

تیسرے دن درس کا عنوان تھا ''مرزا قادیانی کے دعاوی اور کذب بیانی'' مولانا قاضی صاحب نے مرزا کے کفریہ عقائد اور اس کی متضاد تحریروں کا پوسٹ مارٹم کیا۔

چوتھے روز قاضی صاحب نے قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا ذکر کیا اور شرکائے کورس کو احساس دلایا کہ ہماری سستی اور کاہلی کی وجہ سے قادیانی خواتین و حضرات مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہماری نئی نسل کو گمراہ کررہے ہیں۔

پانچویں روز مولانا موصوف نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے موجودہ دور کے اکابرین خصوصاً سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی قربانیاں بیان کیں۔ ختم نبوت کی تحریک ۱۹۵۳ء میں ماؤں کی قربانیاں کا ذکر کیا اور پوری تاریخ سامعین کے گوش گزار کی۔ اس کے علاوہ ان کا دوسرا موضوع تھا ''قادیانی کمپنیوں کی مصنوعات اور ان کے ادارے'' جو مرزائیت کی گرتی ہوئی دیوار کا آخری سہارا ہے۔ اگر یہ دیوار گرجائے تو قادیانی اوران کے حمایتی اس دنیا سے نیست ونابود ہوجائیں۔ قاضی صاحب نے بڑے دکھ سے کہا کہ افسوس ہم ہی شیزان اور قادیانی مصنوعات خریدنے والے سب سے بڑے گاہک ہیں۔

چھٹے روز جمعۃ المبارک کی وجہ سے چھٹی تھی۔

اس طرح ساتویں روز مولانا قاضی صاحب کی مصروفیات کی وجہ سے بلدیہ ٹاؤن ضلع غربی کے نوجوان مبلغ مولانا عبدالحئی مطمئن صاحب تشریف لائے، انہوں نے پورے ہفتے اس کورس میں ہونے والی گفتگو کا خلاصہ پیش کیا۔ مولانا عبدالحئی صاحب نے بھی اس بات پر زور دیا کہ مرزائیوں کی معاشی دیوار کو مسلمانوں نے سہارا دیا ہوا ہے۔ مسلمانوں کو غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا چاہئے۔

اس کے بعد شرکاء خواتین نے دوران درس سنے ہوئے بیان کا مختصر ٹیسٹ دیا۔

امتحان کی نوعیت کچھ اس طرح سے تھی کہ مدرسہ کی طالبات نے تحریری طور پر امتحان دیا اور باہر سے کورس میں شریک خواتین نے تقریری طور پر۔ شرکاء کورس کا جوش و جذبہ اس طور پر قابل تعریف تھا کہ تقریباً تمام شریک خواتین نے ۲۳ سوالوں میں سے تمام سوالوں کے جوابات پورے طور پر ٹھیک دیئے۔

پرچے کی چیکنگ کی ذمہ داری شیخ الحدیث حضرت مولانا طاہر اللہ صاحب، مولانا صالح کریم صاحب، مولانا محمد یحییٰ اسلم صاحب اور راقم الحروف نے ادا کی۔ پوزیشن ہولڈر طالبات کا انتخاب ایک انتہائی مشکل مرحلہ تھا۔ الوداعی تقریب میں مولانا عبدالحئی مطمئن صاحب نے مدرسہ انتظامیہ کو کورس منعقد کرانے پر مبارک باد دی اور شرکاء کورس کے خصوصی دلچسپی لینے کے جذبہ کو سراہا۔ آخری دعا مولانا محمد اسلم کشمیری صاحب امام وخطیب جامع مسجد الفلاح E نے کروائی اور مدرسہ انتظامیہ خصوصاً مہتمم جناب محمد امام حسین رضا صاحب کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ ملیر کے علاقہ میں اس طرح خواتین میں ختم نبوت کورس پہلی دفعہ نظر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ادارہ اور انتظامیہ کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔

شرکاء کورس میں خواتین کی تعداد ۱۵۰ سے متجاوز تھی اور مرد حضرات بھی کثیر تعداد میں شریک تھے۔ پوزیشن لینے والی طالبات کو بطور انعام کتابیں اور ہر شریک کورس کو سند اور آئینہ قادیانیت کتاب بطور تحفہ دی گئی۔

☆☆..................☆☆

تحریکِ ختمِ نبوت..... آغاز سے کامیابی تک

قسط:۳۵

سعود ساحر

یہ تحریر جرح کے دوران مرزا ناصر کو دکھائی گئی تو اس نے جواب دیا کہ "یہ امکانی صورت کے طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے، ان کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی نبی آئیں گے ماسوائے مرزا غلام احمد کے۔" اور یہ بھی کہ مرزا غلام احمد کا بیٹا دیدہ دلیری سے کہتا ہے: "اگر میری گردن کی دونوں طرف تلوار رکھ دی جائے اور کہا جائے کہ تم کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا کہ تم جھوٹے ہو، کذاب ہو، نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔ (اس موقع پر جناب محمد حنیف خان نے کرسی صدارت سنبھالی) جناب والا! یہ ایک بہت ہی بے باکی کی بات ہے ایک شخص کے بیٹے کی طرف سے جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن جب آپ اس کا موازنہ اس "نبی" کے اپنے ذاتی کردار کے ساتھ کریں تو انسان حیرت میں گم ہوجاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف گورداس پور کی ضلع کچہری میں ایک استغاثہ دائر ہوا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے مستغیث کے خلاف پیشگوئی کی تھی، جس پر مستغیث نے عدالت سے درخواست کی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اس طرح کی پیش گوئیوں سے باز رکھا جائے اور عدالت میں مرزا غلام احمد قادیانی نے تحریری طور پر اقرار کیا کہ وہ آئندہ کسی کے خلاف اس کی موت کی پیشگوئی نہیں کرے گا۔ اب آپ اندازہ لگائیں یہ ہے خدا کا نبی، جو ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم پر اللہ تعالیٰ سے موصول ہونے والی "وحی" ظاہر کرنے سے رُک جاتا ہے۔ جناب! یہی بات کہ نبی آئیں گے، اس جدول میں بھی ملتی ہے جو جماعت احمدیہ ربوہ کی طرف سے داخل کیا گیا، مولوی ابوعطا جالندھری کی کتاب کے صفحہ ۸ میں یوں لکھا گیا ہے: "خاتمیت محمدیہ یا آنحضرت کو خاتم النبیین ماننے والوں کے دو نظریے ہیں۔ پہلا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی خاتمیت میں دیگر انبیاء کے فیوض کو بند کرکے فیضان محمدی کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ آپ کی امت کو آپؐ کی پیروی کے طفیل وہ تمام انعامات ممکن الحصول ہیں، جو پہلے منعم علیہ کو ملتے رہے ہیں۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد خاتمیت فیضان محمدیؐ کے بند ہونے کے مترادف ہے، آپ کی امت ان تمام اعلیٰ انعامات سے محروم ہوگئی، جو بنی اسرائیل اور پہلی امتوں کو ملتے رہے ہیں۔"

جناب والا! یہ تحریر میں نے مرزا ناصر احمد کو بتائی تو اس نے جواب دیا کہ اس کا تعلق نبیوں کی آمد سے نہیں ہے، گو کتاب کا موضوع یہی ہے۔ تاہم کچھ بھی ہو، ایک طرف وہ کہتے ہیں کہ اور نبی آئیں گے اور اسی نظریے اور عقیدے کو تقویت دیتے ہیں، مگر دوسری طرف کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد ہی وہ نبی ہے جس نے آنا تھا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت کا اسلام پر یا مسلمانوں کے حوالے سے کیا اثرات ہوئے، جب اس (غلام احمد قادیانی) نے یہ دعویٰ کیا تو قدرتی طور پر مسلمانوں میں احساس اور خیال پیدا ہوا کہ جو شخص نبی کریم، پیغمبر اسلام کے بعد یہ دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے، یہ ایک قدرتی ردعمل تھا کہ ایسے شخص نے مسلمانوں کے مذہبی اور بنیادی تصور کے خلاف بغاوت کی تھی اور اسلام کی جڑ کاٹنے کی کوشش کی تھی، اس لئے فطری طور پر اس کا شدید ردعمل ہوا۔ اس سے پیشتر کہ میں اس دعویٰ کے اثرات کی تفصیل میں جاؤں، مختصراً یہ عرض کروں گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد کن حالات میں جلسوں سے خطاب کیا، اس سے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کا ایک اور پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے تین مراحل ہیں۔ اس کی زندگی کے تیسرے مرحلے میں بھی ایک ایسا بیان ملتا ہے جس کی مثال پہلے مرحلے میں بھی ملتی ہے، جس میں وہ دعویٰ نبوت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا مطلب یہ تھا، یہ نہیں تھا۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت شدت اختیار کرجاتی تھی یا جب بھی وہ خود کو لاجواب پاتا تو اپنی بات تبدیل کرلیتا، لیکن بعد میں نہایت ہوشیاری اور مکاری سے بات بدل کر اپنی نبوت کا اعلان کردیتا تھا۔ نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد وہ ۱۸۹۱ء میں دہلی جاتا ہے، یہاں مرزا بشیر الدین محمود کی کتاب احمد یا آخری دنوں کا پیغام (Ahmad or messenger of the last days) کے صفحات ۳۳ تا ۳۴ کا حوالہ دوں گا اور ممکنہ حد تک اختصار سے کام لوں گا۔ ان صفحات میں تین جلسوں کا تذکرہ ہے، ان میں کیا ہوا، اس کی وضاحت بعد میں کروں گا۔

اٹارنی جنرل نے خصوصی کمیٹی کے اجلاس کے

دوران اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے مرزا بشیر الدین کی کتاب سے ایک اقتباس پیش کیا:

"بحث مباحثہ کے لئے جامع مسجد (دہلی) بطور جائے مناظرہ مقرر کی گئی۔ یہ تمام امور مخالفین نے خود طے کئے تھے اور احمد کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی۔ جب بحث مباحثہ کا وقت آیا، دہلی کے حکیم عبدالمجید خان گاڑی لیکر آیا اور مسیح موعود کو جامع مسجد جانے کی درخواست کی، مگر مسیح موعود نے جواب دیا کہ لوگوں کے جوش اور ولولے کے مدنظر نقص امن کا خطرہ ہے، اس لئے جب تک پولیس انتظامات نہ کرلے وہ (مسیح موعود) وہاں نہیں جائے گا۔ مزید کہا کہ بحث ومباحثہ کے متعلق اس سے پہلے مشورہ کیا جانا چاہئے تھا اور بحث ومباحثہ کی شرائط پہلے طے ہونا فریقین کے مابین ضروری تھا۔ مرزا غلام احمد کی جامع مسجد سے غیر حاضری کے باعث عوام کا جوش وخروش اور زیادہ ہوگیا، اس لئے مرزا غلام احمد نے اعلان کیا کہ اگر دہلی کے مولوی نذیر حسین جامع مسجد کے اندر قرآن پر حلف لے کر کہیں کہ قرآن مجید کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، وفات نہیں ہوئی اور ایسی قسم لینے کے ایک سال کے اندر اندر مولوی نذیر حسین پر عذاب الٰہی نازل نہ ہوا، تب مرزا غلام احمد جھوٹا قرار پائے گا اور وہ اپنی تمام کتابیں جلادے گا۔ اس نے حلف لینے کی تاریخ مقرر کردی۔ مولوی نذیر حسین کے حامی اس تجویز پر بہت پریشان ہوگئے اور راستے میں رکاوٹیں کھڑی کردیں، لیکن عوام بضد تھے عوام کا کہنا تھا کہ مولوی نذیر حسین، مرزا غلام احمد کی تجویز مان لیں اور قسم کھالیں کہ وہ جھوٹا ہے، جامع مسجد میں ایک جم غفیر جمع تھا لوگوں نے مسیح موعود کو مشورہ دیا کہ وہ مسجد نہ جائیں کیونکہ شدید ہنگاموں کا خطرہ موجود تھا، تاہم وہ اپنے بارہ حواریوں کے ہمراہ وہاں گیا (حضرت عیسیٰ کے حواری بھی بارہ تھے، یہ بارہ کی تعداد بذات خود ایک اشارہ تھا) جامع مسجد کی بہت بڑی عمارت اندر باہر آدمیوں سے بھری پڑی تھی حتیٰ کہ سیڑھیوں پر بھی عوام کا ہجوم تھا۔ انسانوں کے اس سمندر سے جن کی آنکھوں میں غم وغصہ کے سبب خون اترا ہوا تھا، مسیح موعود اور اس کی مختصر جماعت گزر کر محراب تک پہنچی اور اپنی جگہ سنبھالی۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور دیگر افسران بمع ایک سو سپاہیوں کے امن قائم کرنے کے لئے وہاں آئی ہوئی تھی۔ ہجوم کے اندر بہت سے لوگوں نے اپنی قمیضوں کے اندر پتھر چھپا رکھے تھے اور ذرا سے اشارے پر یہ پتھر وہ احمد اور اس کے ساتھیوں کو مارنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ اس طرح مسیح موعود کا مکاری سے شکار کرنا مقصود تھا، وہ مسیح ثانی کو سولی پر لٹکانے کے بجائے سنگسار کرنا چاہتے تھے۔ زبانی بحث ومباحثہ میں جو اس کے بعد ہوا، وہ ناکام رہے، وہ حضرت عیسیٰ کی موت کے مسئلے پر بحث کرنے پر رضامند نہ ہوئے۔ ان میں کوئی بھی مجوزہ حلف لینے کو تیار نہ تھا۔ نہ مولوی نذیر حسین کو حلف لینے کی اجازت دے رہے تھے، اس مرحلے پر خواجہ محمد یوسف پلیڈر علیگڑھ نے مسیح موعود سے اس کے ایمانی عقائد کے بارے میں ایک تحریری بیان لیا اور عوام کے سامنے پڑھنے کے لئے تیار ہوا، لیکن چونکہ مولوی نے عوام سے کہہ رکھا تھا کہ مسیح موعود نہ قرآن، نہ فرشتوں اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے، اس لئے ان کو خطرہ تھا کہ مذکورہ تحریری بیان پڑھنے سے ان کا فریب ظاہر ہوجائے گا، چنانچہ انہوں نے عوام کو اکسایا، فوراً ہی ایک قطار بنادی گئی، اس طرح خواجہ یوسف کو بیان پڑھنے سے روک دیا گیا، افسران پولیس نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے سپاہیوں کو ہجوم منتشر کرنے کا حکم دے دیا اور اعلان کردیا کہ کوئی مباحثہ نہیں ہوگا۔ ہجوم منتشر ہوگیا۔ پولیس نے مسیح موعود کے گرد گھیرا ڈال لیا اور حفاظت میں اسے مسجد سے باہر نکالا۔"

جناب والا! یہ اقتباس پڑھنے کے دو مقاصد ہیں، ابھی کچھ اور حوالہ جات پڑھوں گا کہ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے کیا کہا، کیا لکھ کر دیا، جب اسے مخالف عوام کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ۲۳؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کا ذکر ہے۔ الفاظ دیکھئے:

"ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلسنت والجماعت کا ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا جامع مسجد دہلی میں کرتا ہوں اور میں ختم الانبیاء کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات، ص:۲۵۵)

جناب والا! دوسرا پہلو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی نبوت کا پرچار اور وضاحت پولیس کی بھاری جمعیت کی موجودگی میں کرسکتا تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ عبدالحکیم کلانور والے کے ساتھ مناظرہ کررہا تھا اور جب دیکھا کہ مسلمان نبوت کے دعویٰ کے خلاف سخت غصے میں ہیں تو اس (مرزا قادیانی) نے اعلان کردیا کہ اس نے "سادگی" میں اپنے بارے میں نبی کا لفظ لکھ دیا جبکہ اس کا مدعا محدث سے ہے، اس لئے اس کی تحریروں میں جہاں جہاں نبی کا لفظ ہے، وہ اس کو محدث سے تبدیل کرلیں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی مرزا قادیانی نے اپنے بارے میں نبی کا لفظ لکھنا شروع کردیا اور اس کی کوئی معقول وضاحت بھی نہ کی۔ اس کے متعلق میں نے لاہوری گروپ سے متعدد سوالات کئے، کیونکہ اس نکتے سے ان کا تعلق تھا۔ اس ضمن میں لاہوری گروپ کا پہلا جواب یہ تھا کہ چونکہ عوام کو غلط فہمی ہوئی تھی، اس لئے نبی کہلوانا اس (مرزا قادیانی) کا منشا یہ نہ تھا۔ وہ یہ نہیں کہتا تھا کہ حقیقی معنی میں وہ نبی ہے۔ وہ ایک محدث تھا، جیسا کہ لاہوری گروپ والے لکھتے ہیں، اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے حکم دیا کہ اس کے بارے میں نبی کا لفظ منسوخ تصور کیا جائے۔ جب میں نے سوال کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے پھر نبی کا لفظ کیوں استعمال

کرنا شروع کر دیا؟ تو لاہوری گروپ نے جواب دیا کہ کچھ لوگوں کو غلط فہمی تھی، اس لئے ان کے لئے ترمیم کر دی اوروں کو شبہ نہیں تھا، اس لئے اس نے نبی کے لفظ کا استعمال جاری رکھا۔ پھر میں نے لاہوری گروپ سے پوچھا کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی خود کو نبی کہتا تھا، خواہ کسی معنی میں سہی تو آپ اسے اسی مخصوص معنی میں نبی کیوں نہیں مانتے؟ جس کے تحت آپ کہتے ہیں کہ نبی کا مطلب غیر نبی ہوتا ہے، کیونکہ ربوہ والے مرزا غلام احمد قادیانی کو کسی نہ کسی معنی میں نبی کہتے ہیں۔ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ لاہوری گروپ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی محض اس وجہ سے نہیں کہتے کہ ایسا کہنے سے لوگ طیش میں آجاتے ہیں تو یہ کسی اور وجہ سے نہیں، مصلحت کے تحت تھا۔ لاہوری گروپ والے نبی کا لفظ کیوں استعمال نہیں کرتے؟ وجہ ظاہر ہے جناب! ان تین ادوار میں مرزا غلام احمد نے حالات کے تحت بیان تبدیل کر دیا کرتا تھا۔ اب میں ایک دو دیگر جلسوں کا ذکر کروں گا جن سے مرزا غلام احمد نے خطاب کیا، ایک جلسہ لاہور میں ہوا۔ اس حوالے سے مرزا غلام احمد کا بیٹا اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''اس کے قیام کے دوران سارے شہر میں شور و غوغا تھا، صبح سے شام تک لوگوں کا ہجوم اس مکان کے باہر جس میں مسیح موعود قیام پذیر تھا، منتظر رہتا تھا۔ وقفے وقفے سے مخالفین آتے اور اسے گالیاں دیتے، ان میں جو زیادہ سرکش ہوتے، وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ذاتی کمرے کی طرف زبردستی جانے کی کوشش کرتے، جنہیں طاقت کے استعمال سے باہر نکالنا پڑتا۔ دوستوں کے مشورے پر لاہور میں ایک عوامی لیکچر کا انتظام کیا گیا، یہ لکھی ہوئی تقریر تھی جسے ایک بڑے ہال میں مولوی عبدالکریم نے پڑھا۔ مسیح موعود اس وقت پاس ہی موجود تھے، کوئی نو دس ہزار کے قریب سامعین تھے، جب تقریر پڑھی جا چکی تو سامعین نے درخواست کی کہ اب مسیح موعود خود چند الفاظ زبانی کہیں۔ اس پر وہ ایک دم کھڑا ہو گیا اور تقریباً آدھا گھنٹہ تقریر کی، چونکہ یہ بات تجربے میں آچکی تھی کہ مسیح موعود جہاں بھی جاتا تھا، تمام مذاہب اور فرقوں کے لوگ اس کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے تھے، خاص طور پر نام نہاد مسلمان، اس لئے پولیس نے مسیح موعود کی حفاظت کے لئے بہت عمدہ انتظام کر رکھے تھے۔ ہندوستانی پولیس کے ساتھ یورپین سپاہی بھی تلواریں لئے موجود تھے، جو تھوڑے ہی فاصلے پر تھے، پولیس کو اطلاع ملی کہ کچھ جاہل لوگ لیکچر ہال کے باہر گڑبڑ کرنا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے مسیح موعود کی لیکچر ہال سے واپسی کے خصوصی انتظامات کئے ہوئے تھے۔ سب سے آگے گھڑ سوار پولیس کا دستہ تھا اور اس کے پیچھے پیادہ پولیس والوں کا ایک اور دستہ تھا۔ اس طرح مسیح موعود کو پوری حفاظت کے ساتھ گھر واپس پہنچایا گیا اور شرپسندوں کے عزائم خاک میں ملا دیئے گئے۔ لاہور سے مسیح موعود قادیان واپس چلا گیا۔''

(جاری ہے)

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام
صدقاتِ جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوٰۃ،
صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجئے

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اپیل کنندگان

حضرت مولانا
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ
خواجہ عزیز احمد
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا حافظ
ناصرالدین خاکوانی
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا
عزیز الرحمن جالندھری
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4583486, 061-4783486

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.